# پردے کا ارتقاء و اہمیت

مولانا ریاض الحسن نوری

## دور قدیم میں پردہ

صنف نازک کے لیے پردہ کا طریقہ ابتدائے آفرینش سے چلا آرہا ہے۔ قرآن میں آدم و حوا کا ذکر ہے کہ انہوں نے پتوں سے جسم چھپایا۔ عہد نامہ قدیم میں بھی برقع کا لفظ ہمیں کئی جگہ ملتا ہے۔ میرے سامنے اس وقت مشہور انگریزی رسالہ لائف کا بائبل نمبر موجود ہے۔ اس خاص نمبر میں اس وقت کو ایک آرٹسٹ نے تصویر بند کیا ہے جب تین فرشتے قوم لوط پہ عذاب نازل کرنے سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس انسانی شکل میں آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو انسان سمجھ کر فوراً بھنا ہوا بکری کا بچہ ان کی تواضع کے لیے لے آئے۔ یہ تمام واقعہ قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔ اس تصویر میں اس وقت کو بھی قلمبند کیا ہے جب کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری سنائی۔ اس تصویر میں جو صفحات ۲۶، ۲۷ پہ دی گئی ہے دکھایا گیا ہے کہ تین مہمان جن کے پر بھی ہیں دروازے سے دور بیٹھے ہیں جب کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام دروازے کے نسبتاً قریب بیٹھے ہیں اور دروازے کے پیچھے

---

ل‍ه مثلاً پیدائش باب ۲۵۔ آیت ۶۵، و باب ۲۹۔ آیت ۱۴۔

پردہ سے حضرت سارہ علیہا السلام کھڑی خاموشی سے ان کی باتیں سن رہی ہیں حالانکہ سارہ علیہا السلام بہت بوڑھی ہو چکی تھیں مگر اس کے باوجود وہ روایتی پردے کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ جب فرشتے نے ان کو بیٹے کی خوشخبری دی تو ان کو ہنسی آگئی کیونکہ وہ اس عمر ہی سے گزر چکی تھیں کہ ان کے بچہ پیدا ہو سکے۔ ہم تصویر تو نہیں دے سکتے کیونکہ تصاویر اور وہ بھی پیغمبروں کی گناہ کبیرہ سے کم نہیں۔ البتہ ان کی گفتگو جو الف رسالہ نے دی ہے اس کے چند فقرے سن لیجئے۔ یاد رہے کہ بائبل کے مطابق نعوذ باللہ ایک فرشتہ خود خدا ہی تھا۔ اور کھانا گھر سے باہر میدان میں فرشتے بھی کھا رہے تھے (نعوذ باللہ)

God said, "Sarah shall have a son". In the doorway, Sarah laughed, "Withered as I am, am I still to know enjoyment and my bushand so old!"

یعنی خدا (فرشتہ) نے کہا کہ سارہ کے لڑکا پیدا ہوگا۔ دروازے کے پیچھے ڈیوڑھی میں کھڑی سارہ ہنس پڑیں اور فرمانے لگیں کہ میں بوڑھی پھونس ہو چکی ہوں کیا اس عمر میں بھی مجھے خوشی مل سکتی ہے اور میرا خاوند بھی اتنا بوڑھا ہو چکا ہے۔

جس طرح ہمارے مذہبی گھرانوں کی بوڑھیاں بھی سخت پردہ کرتی ہے اور مہمانوں سے بات کرتی ہیں تو دروازے کے پیچھے ہی سے بات کرتی ہیں اسی طرح کا رواج حضرت ابراہیم کے گھرانے میں بھی تھا۔ یاد رہے کہ حضرت ابراہیم کا دور سائنسی ترقی کا اعلٰے ترین دور تھا۔ اس زمانے کے لوگ سائنس اور ریاضی میں ان بلندیوں کو چھو رہے تھے جن تک ان کے بعد آنے والے یونانیوں کی رسائی نہ ہو سکی جو دراصل ان ہی کے خوشہ چین تھے۔ ایٹمی سائنس دان جارج گیماؤ نے لکھا ہے کہ جدید کھدائیوں کے بعد بجلی کے سیل کے برآمد ہونے سے ثابت ہو گیا کہ وہ لوگ بجلی کے ذریعے زیورات پر سونا چڑھاتے تھے ؎۲
پس ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم کے دور کے عرب سائنس اور ریاضی میں اٹھارویں صدی کے

---

؎۱ مثلاً پیدائش باب ۲۵۔ آیت: ۶۵ و باب ۳۹۔ آیت ۱۴۔

؎۲ George Gamow – Birth and Death of the Sun. P/30

یورپ سے بھی آگے تھے۔

یہ وہی ابراہیم ہیں جو سب انبیاء کے باپ ہیں اور جنہوں نے ہمارے مذہب کے پیروؤں کو مسلم کا نام دیا۔ جیسا کہ قرآن میں موجود ہے۔

## قدیم یونان میں پردہ اور عورت

یونان کی عریانی اور فحاشی کی داستانیں تو بہت مشہور ہیں۔ یہاں ان کا کوئی ذکر نہیں کریں گے۔ بلکہ صرف تصویر کا دوسرا رخ بیان کریں گے۔ جس سے ثابت ہوگا کہ ایسی سوسائٹی میں بھی پردہ کا رواج کتنا رہا ہے۔ اور یہ کہ گھریلو شریف عورت کی عزت ہر سوسائٹی میں رہی ہیں۔

Hans Licht لکھتا ہے کہ جدید دور کا نظریہ کہ عورتوں کی دو قسمیں ہیں ماں اور بازاری عورت قدیم ترین یونانیوں میں بھی موجود تھا۔ اور اسی کے مطابق ان کا عمل بھی تھا۔ جب یونانی عورت ماں بن جاتی تو گویا اس نے اپنی زندگی کا مقصد پالیا ماں بننے والی عورت کی حقیقی عزت یونانی کرتے تھے اتنی کسی کی نہ کرتے تھے۔ ماں بننے کے بعد عورت کا کام گھر سنبھالنا اور بچے پالنا اور لڑکیوں کی نگہداشت ہوتا تھا حتیٰ کہ ان کی شادی کردی جائے۔[1]

یہی مصنف ہومر کے حوالوں سے ثابت کرتا ہے کہ نوجوان لڑکیاں گھروں کی محدود زندگی میں خوش رہتی تھیں اگر ایسا نہ ہوتا تو ہومر ہرگز ان حالات کے منہ بولتے عمدہ نظارے نہ پیش کرتا۔

Would Homer have been able to create so charming an idyl as the Nausicaa scenes, if the greek "Young Girls" had felt unhappy in the confinement of their domestic duties? [1]

بیوی کی بے وفائی کو وہ لوگ سخت برا خیال کرتے تھے اور رنڈوے جن وار محض اس مفروضے

---

[1] HansLicht – Sexual Life in Ancient Greece, Publiched by the Abbey Library, London' 10th Edition, 1971, P/23.

کی بنا پر لڑی گئی کہ ہیلن نے اپنے خاوند سے بے وفائی کی تھی۔ اسی وجہ سے یونانی کلچر میں ہمیں ایسے لوگ ملتے ہیں جو عورتوں سے نفرت کرتے تھے۔

پھر مصنف لکھتا ہے کہ ہومر کی نظموں میں ہمیں عورتوں کے متعلق کچھ نہیں ملتا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شروع دور میں بھی عورتیں صرف اندرون خانہ تک محدود رہتی تھیں

کہتا ہے کہ وہ عورتیں سب سے اچھی ہیں جن کی اچھائی یا برائی کسی قسم کا بھی ذکر سوسائٹی میں نہیں کیا جاتا

شاعر اس غیر شادی شدہ لڑکی کے متعلق بہت اچھے الفاظ استعمال کرتا ہے جو اپنی ماں کے ساتھ ہر وقت گھر میں رہتی ہے [1]

شاعر ان عورتوں کے سخت خلاف ہے جو اپنے ناز و ادا دکھانے کی شائق ہوتی ہیں اور جن کی وجہ سے برائیاں پھیلتی ہیں اس وجہ سے وہ احمق اور خود ستائی کی دلدادہ پنڈورا کا ذکر کرتا ہے جس نے اپنا بکس کھولا اور تمام انسانیت کو برائیوں اور مصیبتوں میں مبتلا کر دیا [2]

مصنف مزید لکھتا ہے کہ ایتھنز کے لوگ بلند پایہ علمی گفتگو کو مردوں کے لیے روٹی کی مانند ضروری سمجھتے تھے لیکن ان کے نزدیک عورتوں کی نفسیات مختلف تھی اس وجہ سے ان کو عورتوں کے کمرہ میں ہی محدود رکھا جاتا تھا۔ [3]

It was this that banished the women to the women's chamber.

شادی کے بعد بیوی کو حرکت کی نسبتاً زیادہ آزادی مل جاتی تھی۔ لیکن پھر بھی گھر ہی اس کی حکومت کا علاقہ رہتا تھا۔ اس بات کا ثبوت کہ یونانی عورتیں گھروں سے باہر نہ نکلتی تھیں اس

---

[1] محولا بالا صفحہ ۲۶۔

[2] 〃 〃 ۲۷ گویا آج کی ہر آزاد لڑکی اپنے معاشرے کے پنڈورا بکس کھول رہی ہے۔

[3] 〃 〃 ۲۸ لیکن اسلام میں عورتوں کے لیے بلند سے بلند علمی مقام کھلے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بہت سے عظیم صحابہ کی غلط فہمیاں دور فرمائیں۔ امام سیوطی کے شیوخ حدیث میں نو خواتین کے نام ملتے ہیں اور پانچ معاصرات میں پانچ چوٹی کی عالم تھیں (سیوطی، مصطفیٰ شکعہ) اس کتاب میں خاص باب ہے: العالمات المعاصرات و مشائخ السیوطی من النساء۔

واقعہ سے مل سکتا ہے کہ جب Chaeronea کی خوفناک شکست کی خبر ایتھنز پہنچی تو ایتھنز کی عورتیں صرف گھروں کے دروازوں تک پہنچیں جہاں سے وہ غمگین آوازوں میں اپنے خاوندوں اور بابوں اور بیٹوں کی خیریت دریافت کرتی تھیں۔ لیکن اس کو بھی عورتوں اور ان کے شہر کے شایان شان نہیں سمجھا گیا۔

The Women of Athens only ventured as far as the house doors (Lycurgu LEOCRATES, 40) where half sensless with sorrow, they inquired after husbands, fathers and brothers but even that was considered unworthy of them and their city. (1)

مصنف مزید لکھتا ہے کہ Plutarch کے فلاں بیان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عورتوں کو باہر نکلنے کی اس عمر تک آزادی نہ ہوتی تھی جب تک کہ لوگ یہ نہ پوچھ سکیں کہ یہ عورت کس کی بیوی ہے بلکہ صرف یہ سوال کرسکیں کہ یہ کس کی ماں ہے۔[۲]
مصنف .. کے خاص بیان سے مندرجہ ذیل نتیجہ نکالتا ہے۔

"That unmarried girls in particular need to be guarded, and that house-keepin and silence befit married women.

یعنی غیر شادی شدہ لڑکیوں کی خاص طور پر حفاظت کرنی چاہیئے اور شادی شدہ عورت کیلئے گھر کی دیکھ بھال اور خاموشی ہی زیادہ مناسب ہے[۳]
مصنف کے مندرجہ ذیل بیان سے یونان کی شادی شدہ خواتین کے پردہ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مصنف سپارٹا کی عورتوں کے نیم عریاں لباس کا ذکر کر کے بطور تقابل ایتھنز کا حال یوں بیان کرتا ہے۔

Even the married women was obliged to retire into the interior of the house, avoid being seen through the window by a male passer by.

---

[۱] محولہ بالا ص ۲۹۔ اتنا سخت پردہ تو شاید مسلمانوں میں بھی کبھی نہ رہا ہو۔ غرضیکہ یہ یونان کا عظیم دور تھا۔
[۲] محولہ بالا [۳] محولہ بالا۔

یعنی ایتھنز میں شادی شدہ عورت کا یہ فرض تھا کہ وہ گھر کے اندرونی حصوں ہی میں رہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی راہگیر کی نظر کھڑکی میں سے خاتون خانہ پر پڑ جائے[1]

مصنف لکھتا ہے کہ یونانیوں نے عورتوں کی تین طرح کی تقسیم کر رکھی تھی جو یقیناً بہادری کا کام نہ تھا۔ یونانی کہتے تھے کہ لطف اندوزی کے لیے فاحشہ عورتیں ہیں۔ ذاتی خدمت کے لیے داشتائیں باندیاں Concubines ہیں اور شادی شدہ عورتیں اس لیے ہیں کہ ہمارے لیے بچے پیدا کریں اور وفاداری سے ہمارا گھر سنبھالیں[2]

افلاطون کے نزدیک غیر شادی شدہ لوگوں کو جرمانہ ہونا چاہیئے اور ان کے شہری حقوق سلب ہو جانے چاہئیں۔ سپارٹا میں ایسا ہی ہوتا تھا۔ نہ صرف یہ کہ غیر شادی شدہ لوگوں کو سزا دی جاتی تھی بلکہ دیر سے شادی کرنے والوں کو بھی سزا دی جاتی تھی ان عورتوں کے دلالوں کو چاہے وہ مرد ہوں یا عورت موت کی سزا دی جاتی تھی[3]

مصنف قدیم یونانی کتاب کے حوالے سے لکھتا ہے کہ اس کا مصنف کہتا ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد اپنی اولاد کی عزت اور اخلاق کے معاملے میں اتنے حساس تھے کہ جب ایک باپ کو پتہ چلا کہ اس کی بیٹی شادی کے وقت کنواری نہ تھی تو اس نے اسے ایک اکیلے مکان میں بھوکے گھوڑے کے ساتھ بند کر دیا اور وہ بھوک سے مر گئی Scholiast کا بیان ہے کہ وہ گھوڑا جنگلی تھا جس نے پہلے اس لڑکی کو کھایا اور پھر خود بھی مر گیا[4]

## مخلوط تعلیم پاگل پن کے مترادف ہے

نوائے وقت بابت ۲۵ نومبر ۱۹۸۴ صفحہ ۷ کے مطابق کویت میں مخلوط تعلیم کے خلاف سعودی عرب کے شیخ عبدالعزیز نے فتویٰ جاری کیا ہے۔ اس

---

[1] محولہ بالا ص ۳۱۔ [2] محولہ بالا ص ۳۲۔

[3] محولہ بالا ص ۴۴ [4] محولہ بالا ص ۲۶۔

[5] محولہ بالا ص ۶۲ یہ سزا یقیناً سنگساری سے بھی سخت تھی۔

کے پیشِ نظر مغرب کے دانشوروں کی رائے بھی سنیئے جب تمام یونان کے لوگ ٹرائے کے خلاف جنگ میں مشغول تھے کیونکہ اس کے شہزادہ پیرس نے یونانیوں کی بے عزتی ہیلن کے ساتھ بالجبر زیادتی سے کی تھی اور خزانے بھی لوٹے تھے۔ تو THETIS اپنے بیٹے کو دور لے گئی کہ وہ Lycomede کی لڑکیوں کے ساتھ جزیرہ SYCROS میں پرورش پائے اور جنگ کی خونناکیوں میں حصہ نہ لے۔ مصنف لکھتا ہے کہ میرے علم میں قدیم یونان میں مخلوط تعلیم کا یہ ایک واحد واقعہ ہے ورنہ یونانی اس سے کہیں زیادہ ذہین اور عقلمند تھے کہ اس جیسی شرارت آمیز برائی کو برداشت کریں۔ وہ کہتے کہ یہ تو ایسی بات ہے جیسے کہ گھوڑے اور بیل کو ایک ساتھ ہل میں جوت دیا جائے۔

مصنف کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

That, so far as I know, it is certainly the oldest ... unique example of co-education in Greek antiquity the Greeks were too intelligent to tolerate such mis... they would have called it a yoking together of horse and ox

مذکورہ بالا فقرہ کے حاشیہ میں مصنف لکھتا ہے کہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ODYSSEUS نے ٹروجن کی لڑائی میں حصہ لینے سے بچنے کے لیے پاگل پن کا بہانہ کیا اور ثابت کیا کہ اس نے گھوڑے اور بیل کو ایک ساتھ ہل میں جوت دیا ہے۔

گویا مخلوط تعلیم کو رواج دینا مصنف کے نزدیک پاگل پن کے سوا کچھ نہیں

## قرون وسطیٰ کا یورپ ایک وسیع پاگل خانہ

یونان کے علم وعرفان کا دور یورپ سے ختم ہوا تو بتدریج یورپ قعرِ مذلت میں گرتا چلا گیا۔ مورخ ٹیلر اس سلسلے میں لکھتا ہے کہ۔

Rape and incest characterize the sexual life of the English in the first millenium our era, and homosexuality and hysteria the years that followed . . . .

---

ے محولہ بالا ص ۲۳۶ (سیکسول لائف ان اینشینٹ گریس) اس کتاب کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مختلف زبانوں میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں خاکسار کے پاس اس کا دسواں ایڈیشن ہے جو ۱۹۷۱ء کا ہے۔ یہ یورپ کے عظیم محقق کی کتاب ہے کسی ملا کی نہیں ہے۔

It is hardly too much to say that medieval Europe came to resemble a vast lunatic asylum.

یعنی عورتوں سے بالجبر زیادتی اور محرمات سے زیادتی سن عیسوی کی ابتدائی صدیوں کے دوران انگریز قوم کا خاصہ تھی۔ اس کے بعد کی صدیوں میں ہم جنسی اور ہسٹریا اس قوم کا خاصہ بن گئی پس یہ کہنا کوئی زیادتی نہ ہوگا کہ قرون وسطی کے یورپ نے ایک وسیع پاگل خانے کی حیثیت اختیار کر رکھی تھی۔ ؎۱

ان سب حالات کے باوجود عورتیں سٹیج پر بالعموم کام نہ کرتیں۔ ڈراموں میں ایکٹنگ مرد ہی کرتے تھے۔

ڈاکٹر RICHERD LEWINSOHN M.D. لکھتے ہیں۔

For two thousand years acting was a man's profession. Women never appeared on the stage in antiquity ..... All female parts in tragedy and literary comedy were played by males, often adolescent youths. ... In Shakespear's plays all female parts were still played by youths.

یعنی دو ہزار سال تک ایکٹنگ خاص مردوں تک محدود رہی۔ قدیم دور میں عورت کبھی سٹیج پر آ کر کام نہ کرتی تھیں ...... کامیڈی اور ٹریجیڈی تمام قسم کے سٹیج ڈراموں میں لڑکے یا لڑکیوں کا پارٹ ادا کرتے تھے .... شیکسپیر کے ڈراموں میں عورتوں کے تمام پارٹ نوجوان لڑکے ہی ادا کیا کرتے تھے۔ ؎۲

**تبدیلی** اسلامی تہذیب کا اثر یورپ پر مزید پڑا تو اس کے اثرات اور زیادہ گہرے ہوئے اور رفتہ رفتہ تبدیلی آنے لگی۔ حالات بایں جا رسید کہ عورتیں گھوڑے پر جب سوار ہوتیں تو ٹانگیں ایک

---

(1) G. Rattray Taylor: Sex in History — 22.

(2) A History of Sexual Customs by Richard Lewinsohn. M.D. P/196.

طرف رکھتیں ۔ مردوں کی طرح دونوں طرف ٹانگیں رکھ کر سوار ہونا بے حیائی خیال کیا جاتا تھا ۔ رفتہ رفتہ وکٹوریہ کا زمانہ آگیا۔ جس کی حکومت کے دوران سلطنت برطانیہ نے اتنی ترقی کی کہ اس پر سورج کبھی غروب نہ ہوتا تھا۔ رچرڈ اس دور کے متعلق لکھتا ہے۔

**In the victorian age ladies had no legs. Anything which might suggest that women possessed nether limbs, even for the purpose of walking, was regarded as objectionable. .**

یعنی وکٹوریہ کے دور میں عورتوں کی ٹانگیں نہیں ہوتی تھیں ۔ جس بات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں کی ٹانگیں چاہے وہ چلنے کی خاطر ہی ہوتی ہوں اسے قابل اعتراض سمجھا جاتا تھا۔ عورت کے نچلے بدن کے اعضاء کا خیال ہی بہت بے حیائی سمجھا جاتا تھا ۔ کمر سے نیچے عورتوں کے کوئی چیز نہ تھی سوائے سکرٹ کے۔ بلکہ سکرٹ کی کنیر تہوں پر اس قدر مایا لگا ہوتا کہ تیز ہوا کا بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔

پھر سکرٹ کے نیچے گھٹنوں تک کا انڈرویر پہنا جاتا تھا ۔ اشتہاروں میں ایسے دکھایا جاتا تھا کہ ان میں کوئی جوڑ نہیں کیونکہ مردوں کو پتہ نہیں چلنا چاہیئے کہ عورتیں نیچے کیا پہنتی ہیں ۔ عورتوں کے پیٹ بھی نہیں ہوتا یہ محض سرکس کا مذاق نہ تھا بلکہ اس دور کا آئیڈیل تھا۔

ڈاکٹر اپنے کمروں میں پتلے رکھتے تھے ۔ جس جگہ تکلیف ہوتی عورت اس پتلے پر انگلی رکھ کر بتاتی۔ پھر ڈاکٹر کپڑے کے اوپر سے مریضہ کے جسم کو ہاتھ لگا کر دیکھتا[1]۔ ایسا بھی مریضہ کے خاوندیا

---

[1] اس کے برعکس آج کل پاکستان میں بڑے بڑے نمازی ڈاکٹروں نے بھی اپنے کلینک میں ایکس رے لینے یا [illegible] لینے کے لیے صرف مرد رکھے ہیں ۔ عورتوں کا ایکس رے یا ای سی ۔ جی بھی وہی لیتے ہیں ۔ مجھ سے بعض عورتوں نے جو پردہ نہیں بھی کرتیں اس کی شکایت کی ہے ۔ لیکن مریضہ مجبور ہوتی ہے وہ ڈاکٹر کے سامنے بولنے کی ہمت نہیں رکھتی ۔ بعد میں بڑبڑاتی اور کوستی ہے ۔ مگر لاکھوں میں کھیلنے والے بچت کی خاطر لیڈی ٹیکنیشن الگ سے نہیں رکھتے ۔ دولت پر اسلامی حیا ، قربان کر دی جاتی ہے ۔ ایک طرف دعوے کیا جاتا ہے کہ آج کی عورت ہر کام کر سکتی ہے۔ لیکن ہر زنانہ کالج میں مرد کلرک ضرور رکھے جاتے ہیں ۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے ۔

اس کی ماں کی موجودگی میں ہوتا تھا ورنہ کسی عورت کا اکیلی کسی ڈاکٹر کے ہاں جانا بے شرمی سمجھا جاتا تھا۔[1]

ٹیلر وکٹورین دور کی اخلاقی اصلاح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ لوگوں نے اخلاقی اصلاحات کو کافی حد تک قبول کیا۔ تھیٹروں میں الو بولنے لگے (۲) اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

And to a considerable extent people accepted the new standard . . . . . . Theaters desterted.

اس دور میں ہندوستان کے مغلیہ حکمران شراب وکباب میں مست تھے۔ جب محمد شاہ رنگیلے کو خفیہ رپورٹ دشمنوں کے متعلق آئی تو اس نے اس رپورٹ کو شراب میں ڈال کر کہا۔

این دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولے [3]

اس کے برعکس اسی دور میں انگریزوں کی اخلاقی حس اتنی تیز ہو چکی تھی کہ جس سال مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ اس کے فوراً بعد ۱۸۵۸ء میں انگلینڈ کی پارلیمنٹ میں بل پیش ہوا کہ شادی شدہ شخص کو بدکاری کی سزا موت ملنی چاہیئے۔ پس اعلیٰ اخلاق کی بناء پر انگریزوں کو فتح ہوئی اور دہلی اور لکھنؤ جہاں نوابوں کے بیٹے تہذیب سیکھنے میسواؤں کے ہاں جاتے تھے ان کو شکست ہو گئی۔

لیکن فتوحات عظیمہ اور دولت کی فراوانی کے بعد رفتہ رفتہ انگریزوں کے اخلاق گرنے لگے۔ سائیکل کے آنے کے بعد عورتوں کے سکرٹ اونچے ہونے لگے اور جس سلطنت پر کبھی سورج غروب نہ ہوتا تھا اس کو بداخلاقی اور جنسی بے راہ روی گھن کی طرح کھانے لگی۔

اسی عرصے میں جنگ عظیم اوّل میں شکست کے بعد یورپ میں ایک نئی قوت ابھرنے لگی۔ ہٹلر کو آپ چاہے جتنا برا کہیں لیکن اس نے اپنی قوم کو اس قدر ترقی سے ہمکنار کیا کہ تمام یورپ

[1] Richard Lewinsohn, M.D. A History of Sexual Customs: 286 Premier Book, N.Y.. 1964.

[2] ٹیلر: سیکس ان ہسٹری: ۹۵۔

[3] جب مغلیہ بادشاہ شراب نوشی کرنے لگے تھے تو امریکہ و یورپ میں شراب نوشی کے خلاف تحریکات شروع ہو گئیں۔ امریکہ میں عورتوں نے ریلوے سٹیشنوں پر جا کر شراب کے پیپے بہا دیئے۔ امریکہ میں ۸۰ سال تک شراب نوشی قانوناً جرم رہی۔

ہرزنے لگا ہٹلر نے عورتوں کو دوبارہ یہ سبق دینا شروع کیا کہ تمہارا مقام گھر ہے نہ کہ بازار [1]
عورتوں نے اسے خوشی خوشی قبول کیا ہٹلر نے عورتوں کو نیک اور مردوں کو جانباز بنایا تصویر کا یہ
رخ بھی سامنے رہے۔

جرمنی کا معاشرہ سائنس دوار اعلیٰ معاشرہ تھا جس نے آئنسٹائن جیسے سائنس دان
پروان چڑھائے۔

## نازی جرمنی اور پردہ

ہٹلر کوئی ملا نہیں تھا۔ وہ بیشک ظالم تھا اور اس نے دنیا کو ایک مہلک جنگ میں دھکیل دیا۔ لیکن
وہ اتنا باشعور ضرور تھا۔ اور جانتا تھا کہ دنیا کو فتح کرنے اور سائنسی ترقی کے لیے ضروری ہے
کہ ان کی عورتوں کا اصل مقام گھر ہو اور وہ انجمن کی شمع نہ بنیں۔ نازی جرمنی کی سوشل تاریخ رچرڈ
گرن برگر نے لکھی ہے اور اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

Woman's role in Society . . . . The slogan kids, kuk and kitchen. The cry 'woman's place is home found an ever-wider echo . . Hither ... assured a delegation of women ... in the Third Reich every woman would have a husband . . . one of the earliest Nazi Party ordinances excluded women for ever from all leading positions in the Party. Our displacement of women from public life occurs solely to restore their essential dignity to them . . . . . It is not that we did not respect women enough but we respected them too much that we kept them out of the miasma of parlimentary democracy

یعنی عورت کا سوسائٹی میں کیا رول ہے؟ عورتوں کے لیے اس دور کا نعرہ۔ بچے۔ چرچ
(خدا)۔ اور باورچی خانہ تھا۔ ہٹلر کے پاس جب عورتوں کا وفد حقوق کے سلسلے میں بات کرنے
آیا تو اس نے کہا کہ نازی جرمنی میں ہر عورت کو خاوند مل جائے گا۔ پارٹی کے ابتدائی قوانین کی رو
سے ہی عورتوں کو پارٹی کے اعلیٰ عہدوں پر فائز نہ کرنے کا اصول مرتب کر لیا گیا تھا۔ ہٹلر کا کہنا تھا کہ
ہم نے عورتوں کو پبلک لائف سے جو علیحدہ کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو عزت کا مقام
دینا چاہتے ہیں۔ یہ بات نہیں کہ ہم ان کی عزت نہیں کرتے بلکہ چونکہ ہم ان کی بہت زیادہ عزت
کرتے ہیں اس لیے ہم ان کو پارلیمنٹری جمہوریت کی گندگی سے الگ رکھنا چاہتے ہیں [2]
آگے چل کر مصنف لکھتا ہے۔

[2] Richard Grunberger A Social History of the Third Reich. 320

[1] ۔۔۔ یوں نے فرائڈ کی "کتابوں کو یہودیوں کی فحاشی" کا نام دیکر جلوا دیا تھا۔ (صفحہ ۳۲۵)

پولیس چیف کے آرڈر تھے کہ اگر کوئی عورت سگریٹ پیتی نظر آئے تو اسے فوراً روک کر ایک جرمن عورت اور جرمن ماں کے فرائض یاد دلائے جائیں۔ جو عورت پوڈریا لپ سٹک لگا کر آتی تو اسے عورتوں کی لیگ کی میٹنگ میں شامل نہ ہونے دیا جاتا اور اگر کوئی عورت پبلک میں سگریٹ پیتی نظر آجاتی تو اس کی ممبرشپ ختم کر دی جاتی۔ عورتوں کو سیاسی آئیڈیالوجی سکھائی جاتی کہ وہ کاسمیٹک کے بغیر گذارہ کریں۔ سخت بستروں پر سوئیں اور مزیدار کھانے پکانے کے سلسلے میں زیادہ باریکیاں نہ دکھائیں[1]

پبلک لائف سے عورتوں کو نکال کر اس کا یہ مداوا کیا گیا کہ عورتوں کی الگ لیگ بنائی گئی جس کے تحت وہ مردوں سے الگ رہ کر اپنے طور سے رفاہ عامہ اور سوشل ورک کا کام کرتی تھیں۔ مصنف مزید لکھتا ہے کہ نازی زنانہ ٹیچرز ایسوسی ایشن نے کہنا شروع کیا کہ خواتین استانیوں کو بھی وجود قائم رکھنے کا حق ہے۔ بلکہ بچوں کی صحیح پرورش کے لیے ضروری ہے کہ ان کو بہترین ٹریننگ ملے۔ ۱۹۳۷ء میں مشہور نازی خاتون لیڈر فمینٹ کو سرکاری طور پر خاموش کر دیا گیا۔ عورت کی آزادی کی دیگر وکالت کرنے والی عورتوں نے عورتوں کی تعلیم میں مواقع کی کمی کے متعلق نازیوں کے اصولوں کے اندر رہ کر بات کرنی شروع کی یعنی اس کو تسلیم کرتے ہوئے کہ عورتوں اور مردوں کے دائرہ کار علیحدہ علیحدہ ہیں۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ عورت ڈاکٹر تھکی ہوئی ماں اور بلوغت کے قریب لڑکیوں کو بہتر جسمانی اور روحانی آسائش فراہم کر سکتی ہے۔ استانیاں لڑکیوں کو بیالوجی وغیرہ کی تعلیم زیادہ مناسب طریقہ سے دے سکتی ہیں۔ خاتون وکلاء بچوں اور عورتوں کے طلاق کے مقدمات میں بہتر کام کر سکتی ہیں۔ خاتون سائنس دان اور ماہر اقتصادیات گھریلو معاملات۔ شہری پلیننگ اور ہاؤسنگ پالیسی بہتر طور پر مرتب کر سکتی ہیں۔ لیکن علمی پیشہ ور خاتون کا زوال شروع ہو گیا.....

---

1۔ محولہ بالا ص ۳۳۴، ۳۳۵۔

2۔ محولہ بالا ص ۳۳۹۔

. . . . . illustrates the erosion of the position of professional and academic women ![1]

مصنف لکھتا ہے کہ میک اپ کو زور و شور سے غیر جرمن فعل قرار دیا گیا ان کا کہنا تھا کہ سب سے خلاف قدرت یہ چیز ہے کہ سڑک پر کوئی جرمن ایسی نظر آجائے جس نے خوبصورتی کے تمام قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے چہرہ پر مشرقی جنگلی رنگ لگا رکھا ہو۔ ان باتوں کی وجہ سے اگر بس میں کوئی عورت میک اپ کئے نظر آجاتی تو اسے بیسواسے لے کر غدار وطن کے نعرے سننے پڑتے [1]۔ یاد رہے کہ

---

[1] محولہ بالا ص ۳۲۵، ۳۲۱ - سنہ ۱۹۷۱ء میں امریکہ کی خاتون لیڈر لکھتی ہیں کہ ۱۹۲۸ء میں پرائمری سکولوں میں ۵۵ فیصد خواتین پرنسپل تھیں ۱۹۴۸ء میں ۴۱ فیصد - ۱۹۵۸ء میں ۳۸ فیصد - اور ۱۹۶۸ء میں صرف ۲۲ فیصد ایسا کیوں ہوا (اس کی وجہ یہ ہے کہ تعلیمی بورڈوں کے سربراہوں کا خیال یہ ہے کہ مرد اساتذہ عورتوں کی نسبت بہتر منتظم ہوتے ہیں تفصیلی حوالوں کے لیے دیکھئے۔

گویا نازی جرمنی کے لیڈر ) اور ۱۹۷۱ء میں امریکن ماہرین تعلیم دونوں ہم خیال ہیں۔

[2] محولہ بالا صفحہ ۳۴۴ Gray Null and Steven Null نے کتاب لکھی ہے جسکا نام درج ذیل ہے

: How to got rid of the Poisons in your body.

اس کتاب میں ایک باب ہے جس کا عنوان ہے خوبصورت زہر اس کے صفحہ ۸۹ پر بتایا گیا ہے امریکہ میں ۳۴ بلین ڈالر یعنی تقریباً ۶ کھرب روپے ہر سال کاسمیٹکس پر خرچ کیے جاتے ہیں۔ اگلے صفحہ پر بتایا ہے کہ کاسمیٹک کمپنیاں بھی اب یہ تسلیم کرنے لگی ہیں کہ چہرہ کی خوبصورتی کے لیے عام تیل وغیرہ ملنا قیمتی کریموں سے زیادہ محفوظ طریقہ ہے۔ اس مضمون میں بتایا گیا ہے کہ جدید دور کے کاسمیٹکس میں زہریلے کیمیکل شامل ہوتے ہیں جن سے عورتوں کو کینسر بھی ہو جاتا ہے۔ چہرہ کے پوڈر میں بھی نقصان دہ اجزاء شامل ہوتے ہیں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ سانس کے ساتھ جو سولہ سال کی عمر میں پھیپھڑوں میں داخل ہو جاتے ہیں تو مرتے دم تک نہیں نکلتے۔ ان جدید پوڈروں کی بجائے باریک میدہ چہرہ پر ملنا زیادہ محفوظ ہے۔ لپ سٹک کے ذریعے بھی زہریلے اجزاء جسم میں داخل ہوتے ہیں یہی حال کریموں اور دوسری اشیاء کا ہے۔ جدید خضاب بھی کینسر پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں بالوں کے لیے چائے سے دھونا یا مہندی لگانا زیادہ بہتر اور محفوظ طریقہ ہے۔ ناخنوں کی پالش میں ڈالا جاتا ہے جو بہت زہریلی چیز ہے جس کا خوشبو آنکھوں کے لیے بھی نقصان دہ ہوتی ہے۔ (صفحات ۸۹ تا ۹۴) پس کاسمیٹکس پر پابندی کی سائنسی وجوہات بھی واضح ہیں)

پہاڑی علاقوں کے جو لوگ جن میں بعض کی عمریں سو سال سے تجاوز کرتی ہیں اور جسن میں بھی میدانی لوگوں سے برتر ہوتے ہیں۔ کاسمٹکس تو کیا ٹوتھ پیسٹ سے بھی ناآشنا ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں پاکستان کے سوشلسٹ بھی منہ بند کیے رہتے ہیں اور انہوں نے کبھی بھی اس زہریلی اور جنسی جذبات ابھارنے والی اشیا پر فضول خرچی کے خلاف کوئی آواز بلند نہیں کی حالانکہ اس پر پاکستان میں بھی امیر تو امیر غریب شہری عورتیں بھی بساط کے مطابق کافی خرچ کرتی ہیں جس کا کل میزانیہ اربوں تک پہنچتا ہے۔ جمہوری گورنمنٹ چونکہ ٹیکس لگا کر روپیہ بٹورتی ہے اس لیے وہ بھی خاموش رہتی ہے حالانکہ حکومت کو اس سے اصلی ٹیکس کا بیسواں حصہ بھی نہیں ملتا۔ کمپنیاں ایکسائز والوں سے مل کر ٹیکس کی رقم کا ۸۰ فیصد حصہ خود دکھا جاتی ہیں۔ گویا اس طرح سے عوام کی جیبیں تو کٹ جاتی ہیں لیکن حکومت کو اس کا عشر عشیر بھی وصول نہیں ہوتا۔ کاسمٹکس کی برائی ہو یا سگریٹ نوشی کی ہو یا نفل وغیرہ کے نام سے قمار بازی ہو یا فلموں کے نام سے جنسی نمائش ہو۔ برائیوں کی اجازت دے کر اس کی فیس یا ٹیکس لینے کا طریقہ حکومتوں نے کیتھولک پادریوں سے ہی سیکھا ہے جو گناہوں کے پرمٹ جاری کرتے تھے اور اس کی فیس وصول کرتے تھے۔ یا روپیہ لے کر گناہ معاف کر دیا کرتے تھے۔ ان خرابیوں کے رد عمل میں پروٹسٹنٹ فرقہ وجود میں آیا۔

رچرڈ گرن برگ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

......girls who infringed the code by perming their hair instead of wearing plaits.....had it ceremoniously shaved off as punishment....white blo[illegible]s, dark scarves virtually ankle-length skirts and sturdy shoes...and just before the war calf-length boots were becoming popular.

یعنی بقول مصنف انیسویں صدی کے ابتدائی دور میں عورتوں کی چوٹیوں کو آئیڈیل قرار دیا گیا اور جو عورت نئے فیشن کے بال بنانا چاہتی مثلاً وہ مصنوعی طور سے بالوں کو گھونگریالے بناتی تو سزا کے طور پر اس کا سر مونڈ ڈالا جاتا۔

نازیوں نے عورتوں کو مکمل طور پر ستر عورت کی تلقین کی۔ انہوں نے عورتوں کو ٹخنے تک ڈھیلی

تہ درمیانی والی سکرٹ پہننے پر مجبور کیا۔ (جبکہ باقی یورپ میں گھٹنوں تک سکرٹ کا رواج تھا) سینوں کو چادر یا دوپٹے سے ڈھانکنے کی بجائے قمیض کے اوپر سے مزید ایک سفید بلاؤز استعمال کرنے کا حکم دے کر ان کی مکمل پردہ پوشی کا بندوبست کیا۔ اس کے بعد سر پر کالے رنگ کے بڑے بڑے رومال باندھنے کا حکم دیا۔ اور پیروں میں پنڈلیوں تک بوٹ پہننے کا رواج جنگ سے پہلے عام ہو چکا تھا۔

گویا ہٹلر نے چہرہ پر نقاب کا حکم تو نہیں دیا لیکن جو مذکورہ بالا لباس مقرر کیا۔ اس میں ستر عورت کی اس سے زیادہ پردہ پوشی تھی جو آج کل پاکستانی عورتوں کے فیشنی برقعوں میں ہوتی ہے جن کو پہن کر وہ اکثر منہ کو کھلا رکھتی ہیں۔ ہٹلر نے جو کچھ کیا وہ مذہبی بنیاد پر نہیں کیا۔ وہ خدا کو مانتا بھی نہیں تھا۔ اگرچہ کہا جاتا ہے کہ مرنے سے پہلے وہ بھی خدا پر ایمان لے آیا تھا (۱) بہرحال اس نے وہی اقدامات کیے جو اس کی قوم کی مادی ترقی کے لیے ضروری تھے (۲) اور جس سے قوم کی جلد سائنسی و علمی ترقی میں رکاوٹ پیدا نہ ہو سکے۔

تاریخ انسانی میں روحانی ترقی سے قطع نظر مادی ترقی اور فوجی فتوحات کی دو مثالیں عظیم ترین ملتی ہیں۔ ایک تو اسلامی انقلاب جس کی ابتداء حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمائی اور خلیفہ دوم کے دور تک جتنی ترقی اور فتوحات مسلمانوں نے جس تیزی سے کیں۔ اس کی کوئی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

دوسری مثال غالباً نازی جرمنی کی ہے۔ ہٹلر نے ایک سخت شکست کے بعد تباہ حال قوم کو جس تیزی سے ابھارا اور اسے اس قابل بنایا کہ وہ چند دنوں کے اندر یورپ کے بیشتر حصہ پر قبضہ کر لے اور جس حکومت پر سورج غروب نہ ہوتا ہو اس کا ناطقہ بند کر دے۔ اس کی مثال

---

(۱) یہ روسی کمیونسٹوں کا بیان ہے

(۲) ایضاً

بھی تاریخ میں نہیں ملتی ۔ درحقیقت انگریزوں کی وسیع حکومت کی تباہ کاری ۔ہندوستان کی آزادی بھی ہٹلر کی مرہون منت ہے ۔ اگر ہٹلر اپنے غرور میں روس پر حملہ کی غلطی نہ کرتا تو تاریخ آج کچھ اور ہی ہوتی ۔لیکن اللہ تعالیٰ کی عادت یہی رہی ہے کہ وہ مغروروں کا سر ضرور نیچا کرتا ہے ۔

اگر کسی قوم کو تیزی سے ترقی کرنا مقصود ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ عورتوں کو قرآنی حکم وقرن فی بیوتکن پر عمل کرائے ۔ہٹلر نے بھی اپنے ملک کی عورتوں سے اس پر عمل کرایا رچرڈ گرن برگر لکھتے ہیں ۔

...... Nazis prescribed context of sex - conditioned spheres of activity . marr women doctors and civil servants were dismissed immediately after the seizure of pov .... From June, 1936 onwards women could no longer act as judges or public prosecut and female ASSESSOREN (Assistant Judges, Assistant Teachers and so on were gradu dismissed. Women were declared ineligible for jury service on grounds that they can think logically or reason objectively, since they are ruled only by emotion (1).

یعنی نازیوں کا مقولہ یہ تھا کہ عورتوں اور مردوں کا دائرہ کار علیحدہ ہے اسی وجہ سے انہوں نے اقتدار سنبھالتے ہی شادی شدہ عورتوں کو جو ڈاکٹر یا سرکاری ملازم تھیں نوکری سے برطرف کر دیا (۲) جون ۱۹۳۶ء میں عورتیں جج ۔سرکاری وکیل کے بطور کام کرنے سے بھی روک دی گئیں پھر آہستہ آہستہ نائب ججوں ۔نائب تحریروں کے مقام سے بھی رخصت کر دی گئیں ۔ یہ اعلان کیا گیا کہ عورتیں بطور جیوری بھی کام نہیں کر سکتیں کیونکہ وہ منطقی طور پر سوچ نہیں سکتیں (۳) اور مدلل

---

۱؎ صفحات ۳۳۰ - ۳۳۱ رچرڈ گرن برگر : اے سوشل ہسٹری آف تھرڈ ریخ

۲؎ ہمارے ڈاکٹر اسرار صاحب نے تو پنشن دے کر برطرف کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن نازیوں نے بغیر پنشن ہی کے برطرف کر دیا ۔

۳؎ لندن کے دو محقق لکھتے ہیں کہ شاپ لفٹنگ یعنی دوکانوں سے چوری جدید دور میں خاص عورتوں کے جرائم میں شمار ہوتی ہے ۔یہ چوریاں فیشن کی خاطر کی جاتی ہیں .... پیرس کے صوبے میں لاکھ سے اوپر چوریاں اسی قسم کی روزانہ ہوتی ہیں کا دعویٰ ہے کہ اگر ایک غریب عورت چوری کرتی ہے تو اس کے مقابلہ میں ۹۹ امیر یا کھاتی پیتی عورتیں چوری کرتی ہیں کیونکہ فیشن

ملہ پر بحث نہیں کر سکتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان پر جذبات حاوی (۱) رہتے ہیں۔

پھر مصنف لکھتا ہے:

The new Regime proved its claim to be better protectors of family life by imposing curbs on equality of women, abortion, homosexuality and (conspicous) prostitution. Beggars were cleared from street . . . . (2).

یعنی نئی حکومت نے خاندانی زندگی کے بہتر محافظ ہونے کے دعوے کو یوں ثابت کیا کہ عورتوں کی برابری استقاط حمل۔ ہم جنسی تعلقات اور قحبہ گری پر قدغن لگادی گئی۔ فقیروں کو سڑکوں سے ہٹادیا گیا کہ وہ عورتوں کے لیے تکلیف دہ ثابت نہ ہوسکیں۔ شادی کے لیے قرض۔ بچوں کے لیے وظیفے دیئے

---

۔ کے مطابق پر آسائش زندگی گزارنے کی خاطر وہ چوری پر مجبور ہوجاتی ہیں۔ یہ عورتیں جب شوکیسوں میں لگی ہوئی چیزوں کی نمائش دیکھتی ہیں تو صبر کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ . . حوالہ کے لیے دیکھئے

CAESAR LOMBROSO AND WILLIAM FERRERO-The Female Offender 206, 207, published by Peter owen Limited, London.

---

۱۔ مذکورہ بالا محققین نے اس پر بھی بحث کی ہے کہ تہذیب کی ترقی سے عورتوں میں جرائم بھی بڑھ رہے ہیں۔ تفصیل کے لیے صفحات ۱۱۱ ۱۱۲ وغیرہ ملاحظہ فرماویں۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ صرف فیشن ہی کی خاطر وہ اپنے خاوندوں کو بھی رشوت لینے اور بے ایمانی کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اور خاوند بھی آسانی سے ان کے کہنے میں آجاتے ہیں۔ اس طرح سے ملک اور قوم تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر جرمنی کے لوگ فرائڈ۔ ژنگ اور دیگر جدید جرمن ماہرین نفسیات کی تحقیقات کے بعد پہنچے تھے۔ ان محققین نے بتایا کہ عورتوں میں ہسٹریا کا مرض مردوں سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ مزید روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ عورتیں احمقانہ فیشن فوراً آنکھیں بند کرکے اپنانا شروع کر دیتی ہیں۔ مثلاً آج کل بھنوؤں تر شواکران کو باریک بنانے کا فیشن چل نکلا ہے جو درحقیقت مثلہ ہے۔ اسی طرح اونچی ایڑی اور تنگ لباس کا فیشن بھی صحت کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔ ڈاکٹروں نے جدید طرز کے کموڈوں کو بھی منافی صحت قرار دیا۔ لیکن اس بھیڑ چال میں مرد بھی عورتوں کے ساتھ شامل ہیں۔ وعلم جرا۔ چہروں پر رنگ کرنے کا ایسا فیشن چلا کہ تاجروں نے پاکستان میں مونگ پھلیوں کو بھی کچا رنگ لگانا شروع کر دیا جس سے کھانے والے کے ہاتھ خراب ہو جاتے ہیں۔ لاہور کی بانس منڈی میں بانس پر بھی رنگ لگنا شروع ہو گیا۔ جس سے ہاتھ خراب ہو جاتے ہیں۔ راقم الحروف نے کچھ دنی کے بانس خریدے تو ان پر کچا رنگ لگا تھا۔ تمام ہاتھ خراب ہو گئے۔

۲۔ صفحات . . ۳ رچرڈ گرن برگر

اور خاندانی الاؤنس مقرر کئے گئے (۱) ۔شادی کے وقت ہزار مارک (۲) قرض دیے جاتے تھے ۔پھر بچوں تک ہر بچے کی پیدائش پر قرض کا چوتھائی حصہ بطور تحفہ معاف کر دیا جاتا ۔پھر قرضہ میں معافیوں کے علاوہ یہ بہت معمولی اقساط میں وصول کیا جاتا تھا یعنی اگر میاں بیوی دونوں کماتے ہوں تو ہر ماہ صرف ۳ فیصد قرضہ وصول کیا جاتا اور اگر صرف مرد ہی کماتا تو ایک فیصد قرضہ ہر ماہ وصول کیا جاتا ۔اس کے ساتھ ساتھ ہر بچہ کی پیدائش پر الگ سے کچھ رقم انعام ملتی ۔ جو ایک بچہ کے لیے زیادہ سے زیادہ سو مارک ہوتی اور جس کی کل تعداد ایک خاندان کے لیے ہزار مارک سے متجاوز نہ ہوتی ۔گویا ہزار مارک قرضہ بھی تقریباً معاف ہی ہو جاتا اور مزید ہزار مارک تک بچوں کے پیدا ہونے پر انعام بھی مل جاتا تھا ۔ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۸ء تک کل گیارہ لاکھ سے زیادہ شادی کے قرضے دیے گئے جن میں سے ۹ لاکھ ۸۰ ہزار کے قرضے بچوں کی پیدائش پر معاف کر دیے گئے یہی نہیں بلکہ بچے پیدا کرنے والی ماؤں کو سوسائٹی میں عزت اور بلندی کا وہی مقام دیا جاتا تھا

---

۱ؔ بے راہ روی روکنے کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ زنا کو بہت مشکل اور نکاح کو نہایت آسان بنا دیا جائے ۔ہٹلر نے اسی پر عمل کیا شادی کے لیے قرضے دیے اور حضرت عمرؓ کی پیروی میں نومولود بچوں کے روزینے مقرر کئے ۔ اس طرح سے اس نے عورتوں سے کیا گیا یہ وعدہ بھی پورا کیا کہ نئی حکومت میں ہر عورت کو خاوند مل جائے گا ۔مزید یہ کہ فلموں اور نوجوانوں پر پابندیاں لگائیں کہ وہ دیر تک رات کو گھر سے باہر نہ رہیں وغیرہ وغیرہ ۔کاش کسی اسلامی ملک میں بھی ایسا کیا جاتا ۔شاید ایران میں کسی حد تک اس پر عمل ہو رہا ہو ۔

۲ؔ اس دور میں یہ کافی بڑی رقم تھی ۔

جوکہ سرحد پر لڑنے والے بہادروں کو دیا جاتا تھا کیونکہ بچہ کی پیدائش کے وقت ملک و قوم کی خاطر یہ مائیں بھی اپنی جان کو اسی طرح خطرہ میں ڈالتی تھیں جس طرح کہ سپاہی توپوں کے گولوں کے سامنے جان کو خطرہ میں ڈالتا تھا۔ ان عورتوں کی اتنی زیادہ عزت افزائی حکومت اور عوام کرتے تھے کہ ٹراموں اور بسوں میں لوگ کود کر اپنی سیٹ سے علیحدہ ہو جاتے اور سیٹ کسی حاملہ ماں یا ایسی ماں کو دے دیتے جو چاہے حاملہ نہ ہوتی لیکن اس کے ساتھ چھوٹے بچے ہوتے؎۱

نازیوں نے سائنسی ترقی کے لیے اخلاقی اصلاح اور ترقی کو ضروری خیال کرتے ہوئے مزید بہت سے قدم اٹھائے۔

مصنف لکھتا ہے کہ میکلنبرگ کے پولیس چیف نے قانون بنا دیا کہ اٹھارہ سال سے کم عمر کا کوئی لڑکا یا لڑکی اگر کھلم کھلا سگریٹ پیتا دیکھا گیا تو اسے ۱۵۰ مارک جرمانہ کیا جائے گا اور دو ہفتہ کے لیے جیل بھیج دیا جائے گا۔ ۹ مارچ ۱۹۴۰ء میں نوجوان کے لیے قانون بنایا گیا کہ اٹھارہ سال سے کم عمر کا کوئی لڑکا یا لڑکی شام کے اندھیرے کے بعد گلیوں میں نہیں گھومے گا۔ مزید کسی ہوٹل یا سینما میں ۹ بجے کے بعد بالکل نظر نہیں آئے گا۔ سوائے اس کے کہ کوئی بزرگ اس کے ہمراہ ہو۔ ۱۹۴۳ء میں قانون بنایا گیا کہ نوجوان اپنے بزرگوں کے بغیر ان فلموں کو بھی شام کے وقت نہیں دیکھ سکتے جن فلموں کو خاص بچوں کے لیے اجازت نامہ دیا گیا ہو۔ ایک موقعہ پر بعض نوجوانوں نے کہا کہ ہم سولہ سال کی عمر میں اچھے سپاہی بن کر میدان میں قتل ہو سکتے ہیں لیکن اٹھارہ سال کی عمر تک بڑوں کی فلموں کو دیکھنے کے قابل نہیں ہو سکتے؎۲ بڑوں کی فلمیں کیسی ہوتی تھیں؟ سن لیجئے مصنف کے صفحہ ۳۸۳ کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ فلموں سے غیر اخلاقی عشق بازی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اور فلم سازوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ایسی فلمیں بنائیں جن سے واضح ہو کہ نکاح کا رشتہ ہرگز نہیں ٹوٹ سکتا اور جن سے قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو وارننگ مل جائے۔ مزید جنگی جذبہ ابھارنے اور جنگی تکنیک سکھانے کے لیے فلمیں

---

؎۱ گویا پوری قوم نے یہ تسلیم کرنا شروع کر دیا تھا کہ نہ صرف ان کی خاص اپنی ماں کے قدموں میں جنت ہے بلکہ ہر ماں کے قدموں کے نیچے ہر فرد کے لیے جنت ہے۔ کیونکہ وہ کسی نہ کسی کی ماں تو بہرحال ہے۔ ایسی سوسائٹی میں ظاہر ہے کہ کوئی عورت بے راہ روی کی زندگی گذارنے کی بجائے ایک متاہل خاندانی زندگی اور ایک ماں کی زندگی کو ہر حال میں ترجیح دے گی۔ کوئی نیم پاگل عورت ہی بے راہ روی کا رخ اختیار کر سکتی ہے

بنائی جاتی تھیں۔ اس مقصد کے لیے گورنگ نے میدان جنگ سے دس ہزار پیادہ فوج اور ایک ہزار سوار فوج اور سو ٹیپیں منگوائیں تاکہ مطلوبہ فلمیں تیار ہو سکیں چاہے اس سے جنگی قوت میں کمی ہی کیوں نہ ہو لے

یاد رہے کہ نازی مذہب کے سخت دشمن تھے۔ وہ خاص قسم کے سوشلسٹ تھے۔ لیکن وہ جانتے تھے۔ کہ مخلوط سوسائٹی فلم گانے سگریٹ پینے والی۔ اور راتوں کو دیر تک جاگنے والی اور فیشن پرست۔ آرام طلب سوسائٹی نہ صحیح طور پر محنت طلب سائنسی علم حاصل کر سکتی ہے اور نہ جنگ میں فتح حاصل کر سکتی ہے۔ اس لیے انہوں نے ایسے اقدامات کئے جو بظاہر مذہبی لوگوں کی مانند تھے۔

مشہور امریکی ماہر Galbraith لکھتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم کے دوران جرمنی میں عورتوں کو جنگی کاموں میں نہیں لگایا گیا۔ جرمنی میں Wac یا Waves کی مانند عورتوں کی کوئی تنظیم نہیں بنائی گئی تھی۔ سوائے کھیتی باڑی کے دوران عورتیں کام نہیں کرتی تھیں ۲ے

عورتوں سے کام نہ لینے کی ایک وجہ یہ تھی کہ نازیوں یعنی نیشنل سوشلسٹوں کا اصول یہ تھا کہ عورت کا مقام اس کا گھر ہے یا بچے پیدا کرنے کا کمرہ۔

جیسے سیل مین کا کمال یہ ہے کہ سائبیریا میں رہنے والے کو فریج فروخت کرے اسی طرح لیڈر شپ کا کمال یہ ہے کہ عورتوں میں ان تمام طریقوں کو رائج کر دے جن کو جدید عورتیں پسند نہ کرتی ہوں اور پھر بھی عورتیں خوشی خوشی ان چیزوں کو اپنا لیں۔

ہٹلر نے نہ صرف عورتوں میں باپردہ لباس کو مقبول بنایا اور لپ اسٹک (۳) ولپ سٹک سے

---

ا۵ بحوالہ بالا ص ۴۹۰

ملہ J.K. Galbraith – The Galbraith Reader: 70 A pelican Book.

۳ے آج کل ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ حکومت نے اس پر سے ڈیوٹی بھی ختم کر دی ہے۔ ہمارے طبیعات کے پروفیسر مرزا حمید بیگ مرحوم قدرتی علاج کے قائل تھے۔ انہوں نے کہا کہ ٹوتھ پیسٹ کی بجائے محض خالی برش استعمال کرنا چاہیے۔ کیمسٹری کے پروفیسر عبد الحکیم مرحوم صاحب نے بھی یہی فرمایا۔ لیکن ساتھ ہی کہا کہ ضرورت ہو تو کوئی تیز استعمال کرتی ہو جراثیم مارنے کے لیے ٹوتھ پیسٹ کی بجائے SODIUM PERDORATE استعمال کریں۔ راقم المعروف پچھلے ۳۵ سال سے خالی برش بغیر ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کر رہا ہے۔ الحمد اللہ خاکسار کے دانت ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنے والوں سے بہتر ہیں دیہات کے لوگوں کے شہری لوگوں سے کئی درجے مضبوط ہوتے ہیں اور یہ لوگ لمبی عمر پاتے ہیں لیکن یہ ٹوتھ پیسٹ کے نام سے بھی ناواقف ہیں۔ ان کی عورتوں کے چہروں پر بغیر پوڈر کے شہری عورتوں سے زیادہ چمک ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سب اسراف ہے۔ جس کی قرآن میں سخت مذمت آئی ہے

ان کو متنفر کیا بلکہ وہ ان کا ہیرو بھی بن گیا۔ عورتیں اس کے احکام نہ صرف مانتی تھیں بلکہ ان پر فدا بھی تھیں۔ لیڈر بھی تسلیم کرتی تھیں۔ ہیل ہٹلر کا نعرہ بلند کرتی تھیں۔ اس نے نوجوانوں پر پابندیاں لگائیں لیکن ان کی محبت کم نہ ہوئی۔ جب جنگ ختم ہوئی تو انہوں نے ایسی دنیا میں جینا گوارہ نہ کیا جس میں ہٹلر نہ ہو۔ عورتوں نے مردوں سے زیادہ بڑے پیمانہ پر خودکشی کر کے ہٹلر کے عظیم اور محبوب لیڈر ہونے کا ثبوت مہیا کیا۔ اگر پاکستان میں کوئی واقعی مجبور لیڈر ہو تو وہ عورتوں کو حیا اور پردہ کا سبق دے کر بھی ان کا محبوب لیڈر بن سکتا ہے۔ نفسیاتی اصولوں سے تبلیغ کے ذریعے ہر چیز ممکن ہے۔

## عورتوں کی آزادی کی جدید تحریکات

نازیوں یعنی جرمنی کے سوشلسٹوں نے سوشل زندگی میں جو انقلاب پیدا کیا وہ کوئی ہٹلر کی ذاتی اپج نہ تھی اور نہ ہی مذہبی اقدام تھا یہ تبدیلیاں دراصل جرمنی کے چوٹی کے سائنس دانوں اور ماہرین نفسیات کی تحقیقات تھیں جن کو ہٹلر نے عملی جامہ پہنایا۔ فرائیڈ اور اس کے بعد اس کے شاگردوں نے نفسیات میں تحقیقات کیں جس نے ساری دنیا کو متاثر کیا۔ اس میں شک نہیں کہ سائنس میں جرمنی نے تمام مغربی دنیا کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ اور ایٹم بم بھی دراصل جرمن سائنس دانوں ہی کا کمال تھا۔ آئنسٹائن کو بھی جرمنی ہی نے پیدا کیا اور پروان چڑھایا۔

فرائیڈ کے لائق ترین شاگرد کارل ابراہیم نے خاص عورتوں کے کامپلیکس بیالوجی کے متعلق اپنے تحقیقاتی مقالات میں ایک بہت عمدہ مقالہ لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ یہ کامپلیکس بیالوجی اور فیزیالوجی کے اثرات کی پایہ ... کامپلیکس ہے اس لیے اس پر ہم ذرا تفصیل سے گفتگو کریں گے بہت سی عورتیں عارضی طور سے یا ہمیشہ کے لیے بچپن یا بڑے ہو کر اس کا نشانہ بنتی ہیں۔ نفسیاتی تجزیوں سے واضح ہوا ہے کہ عورتوں کی بہت بڑی تعداد مرد بننے کی خواہش کو چھپائے رکھتی ہے ..... بہت سی عورتوں کو اس کا واضح احساس بھی ہوتا ہے کہ وہ عورت ہونے کو سخت ناپسند کرتی ہیں۔ لیکن اس نفرت کی وجہ سے اکثر لاعلم ہوتی ہیں.... تقریباً ہر عورت میں

اس کامپلکس (۱) کا زیادہ یا بالکل خفیف اثر پایا جاتا ہے۔

بہت سی عورتیں اپنے عورت ہونے کے رول سے پوری طرح مطابقت پیدا نہیں کر سکتیں ان کے لیے ایک راستہ یہ بھی کھلا ہوتا ہے کہ عورت و مرد دونوں کا کردار ادا کریں جسے ہم جنسیت کہا جاتا ہے۔

اب مصنف کے خاص الفاظ ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں۔

They love to exhibit their masculinity in their dress, in their way of doing their hair, and in their general behaviour. In some cases their homosexuality does not break through to consciousness; the Repressed wish to be male is here Found in a sublimated form in the shape of masculine pursuits in intellectual and professional character and other allied interests. Such women do not, however, consciously deny their femininity but usually proclaim that these interests are just as much feminine as masculine ones They consider that the sex of a person has nothing to do with his or her capacities, specially in the mental field This type of woman is well represented in the woman's movement of today.

یعنی یہ عورتیں اپنی مردانگی اپنے لباس۔ بال رکھنے اور بنانے کے طریقوں اور اپنے دیگر طور و طریق میں ظاہر کرتی ہیں۔ بعض عورتوں میں مردانہ پن واضح نہیں ہوتا بلکہ مرد بننے کی دبی ہوئی خواہش مردوں کے شوق اپنانے اور ان کی راہ پر چلنے اور ان کے پیشے اپنانے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے یہ عورتیں اپنے عورت ہونے کا برملا انکار نہیں کرتیں بلکہ وہ یہ کہتی ہیں کہ یہ شوق جیسے مردوں کے لیے ہیں ویسے ہی عورتوں کے لیے بھی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ کسی شخص کی جنس کا اس کی کارکردگی سے کوئی تعلق نہیں خاص کر دماغی میدانوں میں۔ اس قسم کی عورتیں جدید دور کی آزادی نسواں کی تحریکوں میں کثرت سے پائی جاتی ہیں (۲)

---

لہ یہ اسی کامپلکس کا نتیجہ ہے کہ کالج کی لڑکیاں قرآنی حکم کے باوجود سر ڈھانکنا عار سمجھتی ہیں۔

لہ کارل ابراہیم: سلیکٹڈ پیپرز آن سائیکو اینے لائسس: ۳۳۸-۳۳۷ مطبوعہ لندن ۱۹۴۹

مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہوجاتا ہے کہ ہٹلر کے دور کا نسوانی انقلاب جدید سائنس ونفسیات کی روشنی میں لایا گیا تھا۔ اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا اس کی بنیاد محض عقل منطق اور جدید تحقیقات یعنی نفسیات، فزیالوجی اور بیالوجی کی تحقیقات پر مبنی تھی حال ہی میں امریکہ سے ایک کتاب چھپی ہے جس کا نام ماڈرن وومن ہے۔ اسے ایک مرد صحافی لنڈبرگ اور خاتون ماہر نفسیات ماریا نا۔ ایف فارنہم ایم۔ ڈی نے لکھا ہے جو نفسیاتی امراض کی مشہور امریکن معالج بھی ہیں اس کتاب کے نام کے نیچے عرفی نام THE LOST SEX یعنی گم شدہ جنس کا لفظ درج ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جدید امریکی دنیا میں عورت کی جنس ہی معدوم ہو چکی ہے۔

اس کتاب کے پہلے باب کا عنوان ہے۔ CHIMAERA OR MODERN WOMEN

یعنی آگ کی پھنکار مارنے والی بلا یا جدید عورت مصنفین لکھتے ہیں کہ امریکہ میں آج عورت ہونا گذشتہ ادوار سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہے (۱) آج کا دور تاریخ کا سب سے غم زدہ دور ہے۔ روز بروز غم اور پریشانیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ اس کا سارا چکر عورتوں کے گرد گھومتا ہے۔ اگرچہ اس چکر کو مردوں نے حرکت دی ہے (۲) اس کے آٹھویں باب میں آزادی کی تحریکات نسواں کا ذکر ہے کہ یہ عورتیں نسوانیت سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہیں (۳) یہ عورتیں صاف انکار کرتی ہیں کہ عورت کا کوئی خاص دائرہ کار نہیں۔ وہ اپنے عورت ہونے ہی کا انکار کرتی ہیں۔ یہ عورتیں شادی کو بھی ختم کرنا چاہتی ہیں آج کے دور سے بہت قبل نے کہا تھا کہ ہمارے قانون میں اصل غلامی تو شادی کی غلامی ہے۔

Marriage, said Mill, "is the only actual bondage known to our law". ؎

ایک اور مصنف سٹیفن بارلے لکھتا ہے کہ اسے امریکہ کی سیاحت کے دوران تحریک

---

ـــ ۱ (...)rdinand Lundberg and Maryana F. Farnham Modern Woman of the lost sex P. 193.
2.

۲؎ محولہ بالا ص ۲۲۳ ۲

۳؎ محولہ بالا ص ۱۶۹

۴؎ محولہ بالا ۱۹۲، ۱۹۳

آزادیِ نسواں کی خواتین ملیں جو کہتی تھیں کہ اب امریکہ میں ایماندار عورتیں صرف فاحشہ عورتیں ہی رہ گئی ہیں جو سروس کی فیس لینے کو بہتر سمجھتی ہیں بجائے اس کے کہ وہ جنس کے عوض تمام عمر ایک خاوند کے پاس رہیں (۱) یہ یورپ کی تحریک آزادی نسواں کے نظریات ہیں۔

**روس اور پردہ** | یہ حقیقت ہے کہ جرمنی کو یورپ یا امریکہ شکست نہ دے سکتے تھے۔ لیکن ہٹلر سے دو غلطیاں ہوئیں۔ اول تو اس نے نسل پرستی کے تعصب میں یہودی سائنس دانوں کو جنہوں نے جرمنی ہی کی بدولت ایٹمی سائنس میں کمال حاصل کیا تھا ملک سے نکال دیا اور دوسری غلطی یہ تھی کہ سائنسی ترقی میں کمال حاصل ہونے کی وجہ سے مغرور ہو جانے کی بنا پر اس نے روس پر حملہ کر دیا۔ روس میں بھی اگر اخلاق باختہ قوم بستی ہوتی تو شاید وہ بھی ہٹلر کا مقابلہ نہ کر سکتی لیکن روسیوں کی اخلاقی حالت بہرحال یورپ سے بہتر تھی۔ دوسرے روس کی برف باری بھی ان کے لیے نعمت ثابت ہوئی۔ ساتھ ساتھ سٹالن نے عوام کو عبادت کے وقت خدا سے دعائیں مانگنے کے لیے کہنا شروع کر دیا اور روس میں مخلوط تعلیم پر پابندی لگا دی اور لڑکوں لڑکیوں کے تعلیمی ادارے الگ کرنے کا حکم دے دیا۔ اس کی تفصیلات پلیکن کی مطبوعہ کتاب SOVIET EDUCATION میں دیکھی جا سکتی ہیں یا اردو کی مشہور کتاب سات سمندر پار میں۔

اس سلسلے میں ہم بتا دیں کہ روسی کمیونزم کے شروع کے دور میں ؟ اور مذہب کی مخالفت میں بے حد جنسی آزادی دے دی گئی حتی کہ نکاح کی رسم کو غیر ضروری قرار دے دیا گیا۔ لیکن اس کے بعد جو تباہی اور بے راہ روی ہر طرف پھیلی تو لینن ہی کے دور میں تبدیلی شروع کر دی گئی۔ کیونکہ مادر پدر آزاد سوسائٹی نہ صنعتی ترقی کر سکتی تھی اور نہ علمی۔ رفتہ رفتہ سٹالن کے دور میں حالت یہ ہو گئی کہ مخلوط تعلیم کے خلاف احکامات جاری کر دیے گئے۔ جب سوتیلانہ نے سکول کے زمانے میں سٹالن کی سالگرہ کے مواقع پر لوگوں کے کہنے سے اپنی تصویر بھیجی جس میں وہ مسکرا

---

Stephen Barley: Sex Slavery: 91(1)

He writes . . . . prostitutes were the last remaining honest women is America because they charged for their services instead of giving sex in exchange for being kept for life by the husband."

رہی تھی تو اسے وہ تصویر بری لگی ۔ سوتیلانہ لکھتی ہے کہ وہ نیچی نگاہیں اور فرمانبرداری کو پسند کرتا تھا اور اسے حیا سے تعبیر کرتا تھا۔ ۵۱

مزید سوتیلانہ لکھتی ہے کہ وہ لباس کے سلسلے میں بھی مجھ پر سختی کرتا تھا اور مجھے ایسی باتیں کہتا کہ میں رونے پر مجبور ہو جاتی ۔ مثلاً وہ کہتا کہ تم نے یہ چست سوئیٹر کیوں پہن رکھا ہے ؟ اب تم بڑی ہو گئی ہو تم کو ڈھیلا لباس پہننا چاہیئے ۔ اس کے بعد میں یہی کر سکتی تھی کہ اس کے کمرے سے باہر آجاؤں (۲)

گویا سٹالن نے ہٹلر کی مانند خاص قسم کا ڈھیلا بلاؤز پہننے کا حکم تو نہیں دیا لیکن کم از کم اپنی بیٹی کو وہ چست لباس سے ضرور روکتا تھا ۔ غالباً مخلوط تعلیم کو خلاف قانون قرار دینے کا خیال بھی اسے سوتیلانہ کو جوان ہوتے ہوئے دیکھ کر پیدا ہوا سٹالن کے مرنے کے بعد مخلوط تعلیم روس میں عام طور پر دوبارہ رائج کر دی گئی ۔ اور بہت سی پابندیاں ختم کر دی گئیں ۔ لیکن اس کا کافی اثر ازبکستان وغیرہ کے علاقوں میں جہاں مسلمان آباد ہیں ابھی تک باقی ہے ۔ ۱۹۶۷ء میں امریکی صحافیوں کی ایک جماعت روس گئی تاکہ وہ یہ اندازہ لگائے کہ اب روس میں پچاس سال بعد کیا حالات ہیں وہ لکھتے ہیں۔

Seclusion for women, which is about the least "Russian" practice one might advocate ong a people who only in the 1920's allowed their women to be unveiled, has ppeared in uzbekistan ..... not among the "backward" peasants, but among a few l-educated women party members who belong to the intelligentsia. And the idea, a d of reverse snobbery, has been so appealing that it has spread to women of other nic groups that had no tradition of seclusion.(3)

یعنی عورتوں کے لیے علیحدگی اور غیر مخلوط طرز زندگی جو کہ روسی طرز رہائش کے خلاف تھی اس کی وکالت ایسی قوم میں نہیں کی جا سکتی تھی جس نے ابھی ۱۹۲۰ء میں نقاب کا استعمال ترک کیا ہو ۔ لیکن عورتوں کی علیحدگی ازبکستان میں دوبارہ نمودار ہو گئی ہے ۔ نہ صرف پس ماندہ کسانوں

---

۵۱ سوتیلانہ: ادنلی ون ایر ۱۳۷ ،۳۴۸/۳۴۷

۵۲ محولہ بالا ص ۶۲ ۳

3. Harrison E. Salisbury: The Soviet Union: 87 The New York Times team report on every feeet of life in Soviet Union, Published by New American Library

میں بلکہ کچھ اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین میں بھی اس کا رواج دوبارہ شروع ہو گیا ہے۔ جو کہ پارٹی ممبر اور دانشور طبقہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور یہ طریقہ جو کہ گویا جدیدیت کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے ان نسلوں میں بھی پھیل گیا ہے جن میں پہلے بھی کبھی عورتوں کی علیحدگی کا رواج نہیں رہا تھا۔

صحافیوں کا اس سے مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی علیحدگی اور غیر مخلوط سوسائٹی کا رواج نہ صرف ازبکستان کی مسلمان دانشور عورتوں اور پارٹی ممبروں میں مقبول ہوا ہے بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں وغیرہ ایسی خواتین میں بھی مقبول ہو رہا ہے جن کے آباؤاجداد میں بھی کبھی یہ دو کا رواج نہ تھا۔

## پاکستانی عورت اور گناہ کبیرہ

حال ہی میں روس سے ناچنے والیوں کا طائفہ جو پاکستان آیا ہوا ہے۔ ان ناچنے والیوں کا لباس ہماری پاکستانی عورتوں کے لباس سے زیادہ پردہ پوش ہے۔ ٹخنوں سے نیچے تک بنن وار قمیصیں اور سر پر بڑے بڑے رومال ہیں ایک تصویر میں بڑے دوپٹے لپیٹے ہوئے جن میں سے ایک بال بھی نظر نہیں آ رہا۔ ایک عورت نے تو چادر گرم موسم میں بھی پوری طرح لپیٹی ہوئی ہے کہ سینہ مکمل مستور ہے (نوائے وقت جمعہ میگزین ۲ تا ۸ نومبر ۱۹۸۴ء) یاد رہے کہ یہ کوئی خواتین خانہ نہیں ہیں بلکہ پیشہ ور ناچنے والیاں ہیں جن کا لباس ہماری ان پاکستانی لیڈر خواتین سے کہیں زیادہ باپردہ ہے جنکی تصاویر ہمارے روزناموں کی روزانہ زینت بنتی ہیں سر ڈھکنا تو ہماری نمازی خواتین نے بھی سوائے نماز کے بالکل ترک کر دیا ہے حالانکہ سر شرعاً ستر عورت میں شامل ہے جس کا کھلا رکھنا یقینی اور اجماعی طور سے گناہ ہے۔ اگر اسے صغیرہ بھی قرار دیا جائے تو یہ اصول سب کو معلوم ہے کہ اصرار سے صغیرہ کو کبیرہ قرار دیا جاتا ہے تو ہمارے علماء کو عورت کی پوری اور نصف دیت پر تو اصرار ہے لیکن اس گناہ کبیرہ کے عام ہو جانے سے ان کے ابرو پر بل نہیں آتے کیونکہ اس کا عام رواج

ہو چکا ہے۔

آج کل شہادت کا بھی مسئلہ چل رہا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں یہ سوال بھی اہم ہے کہ جو عورتیں یا مرد گناہ صغیرہ پر اصرار کرتے ہیں یعنی لگاتار گناہ صغیرہ کئے جاتے ہیں ان کی گواہی کہاں تک عدالت میں مقبول ہو سکتی ہے؟ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ فاسق مرد کی گواہی صفر یعنی بالکل نامقبول ہوگی اور متقی عورت کی گواہی بہرحال مقبول ہوئی اور فاسق ہزار مرد بھی ہوں ان سے بہ صورت متقی عورت کی حیثیت بلند ہوگی۔

## امریکہ میں عورت کی تذلیل

سٹینلے اور رسل وغیرہ ماہرین لکھتے ہیں جس کا ملخص یہ ہے کہ جدید تہذیب نے عورتوں کی خوبصورتی کی حد سے زیادہ اہمیت کا ذکر کرکے ان کو کاسمیٹک کے استعمال پر مجبور کر دیا ہے۔ امریکہ میں ہر شخص خوبصورتی کے مقابلوں کو ہر شام گھنٹوں دیکھ سکتا ہے جنسی اشیاء کو گوشت کے ٹکڑوں کی مانند نمائش میں دیکھنے دکھانے کا مقابلہ کم عمر مثلاً ۸ تا ۱۲ سال کی لڑکیوں میں بھی پھیل گیا ہے۔ مائیں بھی ان مقابلوں کو دلچسپی سے دیکھتی ہیں۔ ایک ماہر H.V.S کہتا ہے۔

No more dehumanised victim can be found ......
than Marilyn Monroe . . wholly unrealised female destroyed her. Hers was a ...inine American tragedy.

یعنی میری لین منرو سے بڑھ کر مثالی شکار نہیں مل سکتا جس میں سے انسانیت کو نکال باہر کر دیا گیا ہو۔ اس کو عورت ہونے کا احساس پیدا نہ ہو سکا۔ اسی وجہ سے وہ تباہ ہو گئی (خودکشی کر لی) یہ ایک امریکی عورت کی ٹریجیڈی ہے۔ مردوں کی تاریخ سوسائٹی میں۔ ٹانگوں سینوں کولہوں وغیرہ کی نمائش کی جاتی ہے۔ پھر اس بناسپتی عکس سے پوری قوم شہوانی جذبات اور عورتوں کی تذلیل سے تسکین حاصل کرتی رہتی ہے۔ اس کے بعد سٹینلے وغیرہ لکھتے ہیں کہ امریکن اخبارات۔ رسائل وغیرہ سے وہاں کے عورت دشمن ذہنی مرض ANTIWOMAN PHOBIA کا مکمل ثبوت مل جاتا ہے۔ اس لٹریچر سے لوگ بدکاری۔ قتل اور اذیت رسانی سیکھتے ہیں۔ یہ لٹریچر مردوں کے لیے ہوتا ہے جس میں ہر طرح عورت کی تذلیل ہوتی ہے۔ رسل کہتا ہے کہ عورت کو جلوہ

انسان نہیں دیکھا جاتا بلکہ محض ایک چیز THINGS کے طور سے دیکھا جاتا ہے اور بالجبر زیادتی اسی طرز فکر کا نتیجہ ہوتی ہے[1]

ٹرنگ لکھتا ہے کہ مردوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے جتنی محنت شاقہ امریکن عورت کو کرنی پڑتی ہے اتنی دنیا میں کسی ملک کی عورت کو کرنی نہیں پڑتی[2] طرح طرح کی مالشیں اور نہ معلوم کیا کیا جتن کرتی ہیں W.L. GEORGE لکھتا ہے کہ تقریباً تمام عیسائی علماء عورت کو خطرہ سمجھتے تھے اور اس وجہ سے عورتوں سے نفرت کرتے تھے۔ یہ عیسائی بھی۔ یہودی۔ یونانی اور رومن نظریہ کے مطابق سمجھتے تھے کہ انسانی نسل دراصل صرف مرد ہی کی ہے اور عورت محض دم کی مانند ہے اور یہ انسان سے نچلے درجے کی مخلوق Sub man. ہے[3]

MILDRED DALEY PAGELOW لکھتا ہے کہ یورپ میں ۷ لاکھ عورتوں کو زندہ جلا دیا گیا[4]

جب ظلم کے خلاف آواز کے لیے تمام دنیا سے عورتیں بلجیئم میں جمع ہوئیں اسی وقت ایک فلم SNUFF نسوار نامی میں جس طرح عورتوں کو اذیت دینے۔ بالجبر زیادتی کرنے قتل اور اپاہج بنانے کے سین دکھائے گئے تھے وہ ایسے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ ایکٹنگ نہیں بلکہ سچ مچ یہ مظالم کیے جا رہے ہیں لوگوں کا کہنا تھا کہ سین اصلی تھے یعنی واقعی سچ مچ ظلم اور حقیقی قتل کر کے فلم بنائی گئی تھی[5]

اگر ہم سابقہ ۲۰ سال کی تاریخ لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ لاتعداد ایسے قاتل گذرے ہیں جنہوں نے بالجبر زیادتی کے بعد اتنی بچیوں اور عورتوں کو قتل کیا کہ ان کو تعداد بھی یاد نہیں۔

---

[1] Lee H. Bowker: Women and Crime in America. 266-268;

[2] William McGuire C. G. Jung Speaking 42

[3] W.L. George: Story of Woman. 98, 99

[4] معصوم عورتوں کو جادوگرنیاں کہہ کر زندہ جلا دیا جاتا تھا حتیٰ کہ جون آف آرک کو پیرس یونیورسٹی کے پروفیسر صاحبان اور پادریوں نے مل کر زندہ جلوا دیا۔ بعد میں پوپ نے اس کو ولی قرار دے کے سینٹ کا درجہ عطا کیا۔

[5] Edited by Lee H. Bowker: Women and Crime: 246, 247.

بقول مشہور عالم ماہر نفسیات ژنگ ہر قوم کا ایک اجتماعی تحت الشعور ہوتا ہے۔

The collective unconscious is a real fact in human affairs.

پس ہم یورپ کی سوشل تاریخ سے اس واضح نتیجے پہ LEE. H. BOWKER سے متفق ہیں کہ یورپ کے اجتماعی تحت الشعور میں عورت سے نفرت اور اس کی تذلیل کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اس کا واضح اثر ہمیں وہاں کی عدالتوں اور محکمہ پولیس میں آج نظر آتا ہے۔

## عدالتوں کا سلوک

کہنے کو تو امریکی عورت نے آزادی حاصل کر لی لیکن خود عدالتیں ان سے جو سلوک کرتی ہیں متعدد عدالتی فیصلوں سے واضح ہو جاتا ہے۔

پھر مصنف لکھتے ہیں۔

As has been previously discussed, the jury is more likely to sympathise with the assailant, particularly when there is evidence of the parties having formerly some sort of interaction. Male jurors are especially likely to be unsympathetic to prosecution in such situations.

یعنی جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ اس بات کا زیادہ امکان ہوتا ہے کہ جیوری حملہ آور سے زیادہ ہمدردی رکھے۔ خاص طور سے ایسی صورت میں جبکہ یہ بات سامنے آجائے کہ حملہ آور اور عورت میں پہلے سے واقفیت تھی[1]

جیوری کے مرد ممبر تو خاص طور پہ سزا دینے کے حق میں نہیں ہوتے کیونکہ وہ اپنا ناطہ مظلوم عورت کی نسبت ظالم مرد سے زیادہ جوڑتے ہیں۔

---

[1] یہ واقفیت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ ایک محلہ میں رہتے ہوں یا ایک کالج میں پڑھتے ہوں۔ ایسی واقفیت یورپی سوسائٹی میں بالکل عام اور معمولی بات ہے۔

## اصلاحی اقدامات:

کم عمر نوجوانوں کی جنسی حرکات کو روکنے کا سب سے مؤثر طریقہ یہ ہے کہ ایسے مواقع ہی نہ دیے جائیں کہ کسی قسم کی بے راہ روی پیدا ہو سکے۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ بڑی بوڑھی لڑکیوں پر پابندیوں اور دیکھ بھال کو کڑا کر دیں اور ان کی سوسائٹی کو مزید غیر مخلوط بنایا جائے۔ چین کے ایک اسکول کا حال جو ۱۹۶۴ میں ہوانگ نے بیان کیا ہے۔ اور سوویٹ یونین کا جو ذکر MACE نے ۱۹۶۳ میں تحریر کیا ہے ان کی تفصیلات سے ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا اقدامات سے نوجوانوں کی بے راہ روی کو اگر بالکل ختم نہیں کیا جا سکتا تو کم ضرور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر ہم یہ نتائج حاصل کرنے کے متمنی ہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم کمیونسٹوں کی مانند سخت ڈسپلن اور نظم قائم کریں اور لڑکے لڑکیوں کی آزادیوں میں کمی کر دیں۔

ہم روسی، چینی یا نازی سوشلزم کے ہرگز طرفدار نہیں ہیں اور نہ ہی انگریز محققین ان کے طرفدار ہیں لیکن یونانیوں سے لے کر جدید دور کے عقلمند سوشلسٹ، ماہرین نفسیات اور چوٹی کے مفکر، سائنس دان سب ہی اس کے قائل ہیں کہ سوسائٹی کو بے راہ روی اور اس کے تباہ کن اثرات سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ مغرب کی مادر پدر آزادی کے بجائے غیر مخلوط معاشرہ قائم کیا جائے مرد اپنے دائرہ کار میں کام کریں اور عورتیں اپنے دائرہ کار میں کام کریں۔ جہاں یہ دونوں دائرے ملتے ہوں تو بوڑھی عورتیں اور بوڑھے مرد Laison رابطہ کا کام دے سکتے ہیں عورتوں کے کالج، سکول، یونیورسٹیاں الگ ہوں۔ ان کی فیکٹریاں بھی الگ ہوں۔ جن فیکٹریوں میں عورتیں کام کریں اس میں مرد ملازم یا افسر نہ ہوں۔ خاص حالات میں چند مقامات پر بوڑھے لوگوں سے کام لیا جا سکتا ہے جو عمر رسیدہ ہونے کے علاوہ نیک خدا ترس اور با اخلاق بھی ہوں۔

ایک خاتون مصنف کیرل سمارٹ لکھتی ہیں کہ ہمیں ان حالات کو بالکل تبدیل کر دینا چاہیئے جن سے بے راہ روی پیدا ہوتی ہے اور ان کو تبدیل کرنے کی کوششوں کی ہمت افزائی کرنی چاہیئے ان کے خاص الفاظ یوں ہیں۔

To encourage ..... the removal of conditions conducing to promiscuity [1]

---

[1] Carol Smart: Women, Crime and Criminology, 83

ڈبلیو۔ وائی۔ ایم۔ سی۔ اے نیو یارک کی خاتون پروگرام ڈائرکٹر لکھتی ہیں کہ فلم ایک ایسی چیز ہے جس سے خلاف توقع عورتوں کے جذبات بھی برانگیختہ ہو جاتے ہیں۔

پس مذکورہ بالا خاتون پروگرام ڈائرکٹر کے بیانات سے یہ نتیجہ واضح طور پر سامنے آتا ہے کہ بے راہ روی روکنے کے لیے ضروری ہے کہ عورتیں چست لباس نہ استعمال کریں بلکہ باپردہ لباس استعمال کریں اور یہ کہ فلم (۲) دیکھنا عورتوں کے لیے بھی بے راہ روی کا باعث بن سکتا ہے۔ اخبارات میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ فلم ایکٹرس بننے کے لیے چھوٹے شہروں کی لڑکیاں بڑے شہروں کا رخ کرتی ہیں اور یہ سفر ان کی تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔

پس جو لڑکیاں یا عورتیں چست لباس پہن کر سڑکوں پر نکلتی ہیں وہ چاہے خود بہت ہی پارسا ہوں یا بے حس ہوں لیکن بہت سے مردوں کے لیے وہ گناہ میں ملوث ہونے کا سبب بن جاتی ہیں۔

یہ بات تو آپ نے سنی ہوگی کہ نیکی کی طرف رغبت دلانے والے کو بھی نیکی کا ثواب ملتا ہے اسی طرح برائی کی طرف رغبت دلانے والے کو بھی برائی کا گناہ ملتا ہے۔ اس میں عورت مرد کی کوئی تفریق نہیں۔ جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ مدینہ کی عورت ایک حسین نوجوان کے لیے اشعار پڑھ رہی ہے تو آپ نے اس عورت کو کچھ نہیں کہا لیکن اس نوجوان کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا اور کہا کہ تو اور عمر ایک شہر میں نہیں رہ سکتے۔ پھر کچھ دنوں بعد ایسے واقعہ کے بعد اس کے چچا زاد بھائی کو بھی جو بہت حسین تھا مدینہ سے جلا وطن کر دیا۔

دور جدید کا چوٹی کا ماہر نفسیات لکھتا ہے کہ میرے لیے خوبصورت عورت خوف کا باعث ہوتی ہے اصولی طور پر خوبصورت عورت سے سخت مایوسی پیدا ہوتی ہے۔

مردوں میں خوبصورتی اور عقلمندی بہت کم اکٹھی ہوتی ہے۔ حسین شکل اور جسم والے مرد کا دماغ اس کے دلکش جسم کی دم بن کر رہ جاتا ہے ژنگ کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

To me a particularly beautiful woman is a source tof terror. A beautiful woman is as a rule terrible disappointment. You cannot have your cake and eat it.

In men beauty and brain are seldom found together. The brain of a highly attractive man of handsome physique becomes merely appendage of his wonderful torso (1).

مزید ژنگ کے مطابق امریکن شادیاں سب سے غم زدہ تباہ کن ہوتی ہیں ۲۔

بقول ژنگ امریکہ دنیا کا سب سے غم زدہ ملک ہے

**America is the most tragic country in the world** ۴

بیوی کی تنخواہ کا مالک بھی خاوند بن جاتا ہے اور اس طرح سے یہ تنخواہ بھی بیوی کو شادی شدہ ہونے کی صورت میں مظلوم بیوی کو نہیں ملتی ۳ ہے

## جدید قرون وسطیٰ کا یورپ پاگل خانہ سے بدتر ہے

بدترین پاگل پن کی نشانی
عجیب وغریب ظالمانہ

جنسی حرکتیں۔ بے مقصد قتل اور وہ بھی تھوک کے حساب سے اور اجتماعی بے مقصد خودکشی سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہ چیزیں قرون وسطیٰ کے وسیع یورپی پاگل خانہ میں شاذونادر پائی جاتی تھیں یہ بیسویں صدی کی پیداوار ہیں۔ ۱۹۶۰ میں ایک کتاب چھپی تھی جس کا نام "قتل کا انسائیکلوپیڈیا" تھا۔ اب ۱۹۸۲ میں دوسری کتاب چھپی ہے جس کا نام ہے ENCYCLOPEDIA OF MODERN MURDER

---

(1) C. G. Jung Speaking, 239

۲ محولہ بالا ص ۱۴۱

۳ محولہ بالا ص ۳۵

یعنی جدید دور کے قتل کا دائرۃ المعارف اس کے دیباچہ میں ۱۹۶۰ کے بعد کے جدید ترین دور کو قتل کا زمانہ "AGE OF MURDER" کا نام دے کر مصنف لکھتا ہے کہ ۱۹۶۰ میں سابق کتاب کی تکمیل کے بعد سے مہذب دنیا میں تشدد کا نیا خوفناک دور شروع ہو گیا ہے اس دور کی خاص بات بے مقصد قتل ہے اکتوبر ۱۹۸۲ میں نامعلوم شخص نے دواؤں کے دو کانوں میں جاکر درد دور کرنے والی دواؤں کی شیشیوں میں خطرناک ترین زہر کے کیپسول ڈالنے شروع کر دیئے۔ سب سے پہلے بارہ سال کی لڑکی موت سے ہم آغوش ہوئی اور چند دنوں میں سات اموات ہو گئیں۔ ایک ہفتہ بعد کسی نے آنکھوں کی دوائی میں تیزاب ملانا شروع کر دیا۔ جو دوا استعمال کرتا تو وہ درد و کرب سے چیخنے لگتا۔ چند ہفتوں میں امریکہ میں سو سے زیادہ اشخاص نے اس واقعہ کے بعد اس طرز عمل کی نقالی کی۔ پھر کچھ سر پھروں نے ٹافیوں میں زہر ملانا شروع کر دیا یا سیب وغیرہ میں بلیڈ یا سوئیاں ڈالنی شروع کر دیں۔ حکومت نے بچوں کے لیے وارننگ نشر کی اور لاتعداد بچوں کو ہنگامی طور پر ہسپتال لے جانا پڑا۔

نومبر ۱۹۸۰ء میں دو کم عمر نوجوان لاس اینجلز کی سڑکوں پر نکلے اور بیس منٹ میں بغیر وجہ کے چار آدمیوں کو مار ڈالا۔ تین دن بعد تین نوجوان نکلے اور اس ڈرائیور کو جو سگنل کی بناء پر رکا ہوا تھا گولی ماردی اور ہنستے ہوئے بھاگ گئے۔ ایک نقب زن گھر میں داخل ہوا اور وہاں اور پھر اس کے کھیلتے ہوئے بچے کو مار ڈالا۔ دو چوروں نے ایک لڑکی اور اس کے ساتھی شخص کو روک کر ان سے روپے لے لیے پھر بغیر وجہ لڑکی کو گولی ماردی۔ تین آدمی کار میں نکلے ان میں سے ایک نے گردن باہر نکالی اور انجان بچے کو گولی ماردی۔

نفسیاتی طور پر شاید کسی جرم کو بالکل بے مقصد کہنا بالکل صحیح بات نہ ہو۔ جانس ہف وغیرہ قاتلوں کا کہنا تھا کہ ان کو آدمی مارنے میں وہی لطف آتا ہے جو ہرن یا پرندوں کے شکار میں آتا ہے ۱۹۶۰ء سے پہلے اس قسم کے جرائم بالکل نادر تھے اور جو ہوئے بھی وہ ۱۹۵۰ء تا ۱۹۶۰ء میں ہوئے اگلی دہائی میں ایسے جرائم بڑھنے شروع ہو گئے۔ نومبر ۱۹۶۶ میں سمتھ نے پانچ عورتوں اور

ان کے دو بچوں کو زمین پر لیٹنے کا حکم دیا۔ پھر سب کے پیچھے سے سروں میں گولی مار دی۔ بعد میں اس نے بتایا کہ ایسا اس لیے کیا تاکہ لوگ مجھے جان جائیں اور میرا نام ہو (ا) اس کے استادوں نے بتایا کہ یہ شخص مثالی طالب علم تھا اور اس سے تشدد کے رجحانات بالکل نہ تھے۔ اگلے صفحات میں آپ کو درجنوں ایسے واقعات ملیں گے۔

قدیم دور میں یونان کے ظالم حکمران اور روما کے شہنشاہ اس طرح کی چیزیں کیا کرتے تھے مشکل یہ ہے کہ آج کے دور میں لاکھوں انسان ایسے ہیں جن کے پاس فالتو وقت بھی ہے اور روپیہ کے ساتھ آرام و آسائش بھی حاصل ہے۔ آرام و آسائش سے بوریت پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دن بدن زیادہ سے زیادہ مجرم کیلی گولا کی مانند ہو گئے ہیں۔ جس نے خلیج میں بہت سے جہازوں کا پل بنوایا وہاں جا کر لوگوں کو سمندر میں دھکا دینا شروع کر دیا۔ یونان کا Phalaris انسانوں کو زندہ بھون دیا کرتا تھا۔ اور فیرا کا سکندر لوگوں کو کتوں سے پھڑوا کر لطف اندوز ہوتا تھا۔ آج کے دور میں لاکھوں لوگ اتنے آرام و آسائش میں رہتے ہیں اور وقت بھی ان کے پاس فالتو ہوتا ہے کہ یونان کے جبار اور روما کے بادشاہ بھی ان پر رشک کرتے۔ اسی وجہ سے آج کے مجرم قدیم رومن شہنشاہوں کی سی حرکتیں کرتے۔ ہمیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ تھوک کے حساب سے قتل کرنے والوں کے دماغ میں خرابی ہوتی ہے یا ان کی شخصیت ہی ایسی ہوتی ہے ....... یہ لوگ سنسنی خیزی کی خواہش کی تکمیل میں قتل کرتے ہیں۔ اس کتاب میں رومن بادشاہوں جیسے بہت سے واقعات ملیں گے۔ لیکن سینکڑوں اور بھی ہیں جن کا ہم نے ذکر نہیں کیا۔ ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ بے مقصد قتل کرنے والے لوگوں میں بہت سے لوگ عام لوگوں سے زیادہ ذہین ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر میں ہم غصے کا احساس پاتے ہیں۔ یہ کسی نہ کسی کو قصوروار گردانتے ہیں۔ انگریز ناولسٹ میریز کہتا ہے کہ معیار زندگی کی بلند ہونے اور تعلیم کے عام ہو جانے سے لوگوں کو حقوق کا زیادہ احساس ہو گیا ہے ...... ۱۹۷۶ میں تین امیر نوجوانوں نے ۲۶ بچوں سے بھری ہوئی بس اغوا کر لی اور ۵ ملین ڈالر کا مطالبہ کر ڈالا۔ اگرچہ بچے بعد میں کسی طرح بھاگ

---

ا۔ امریکہ میں شروع ہی سے مجرموں کو عوام قدر کی نگاہ سے دیکھتے رہے ہیں۔ مجرم کو ہیرو قرار دیتے رہے ہیں۔۔ آخرت کا خوف نہ رہے تو سوسائٹی کے لیے بیمار ہو جاتی ہے۔

نکلے اور ان کو کچھ نہ مل سکا۔ لیکن اس اغوا کی وجہ یہ تھی کہ ان تین میں سے ایک کو ایک قصبے کے لوگوں سے شکایت تھی اور وہ اس کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ لیکن ایک قصبہ سے شکایت کا بدلہ دوسرے قصبے کے بچوں کے اغوا سے کیسے لیا جا سکتا ہے۔ ایک رومن بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کے قتل کا بدلہ یوں لیا تھا کہ اس شہر کے لوگوں کی دعوت کی اور پھر سب کو قتل کرا دیا۔ لیکن بچوں کی بس کا اغوا تو پاگل پن ہے۔ لیکن اغوا کرنے والے پاگل نہ تھے۔ ایسے واقعات جادوئی Magical سوچ کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس کی مثال شتر مرغ کے اپنے سر کو ریت میں چھپا لینے سے دی جا سکتی ہے[1]

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ ریگستان کے ایک شخص سے کسی نے پوچھا کہ تم چھتری کیوں اٹھائے پھر رہے ہو۔ اس نے کہا کہ یہ میں نے انگلینڈ میں خریدی تھی۔ اس میں جادو کی خاصیت ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ بارش ہو جائے تو اس چھتری کو گھر چھوڑ کر باہر نکل پڑو۔ اسی قسم کی جادوئی سوچ پیٹرک میں بھی پائی جاتی تھی جس نے ایک لڑکی کو قتل کیا اور اس کے اعضا بھی کاٹ ڈالے۔ یہ واقعہ برمنگھم میں ۱۹۵۹ میں ہوا۔ قاتل نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ وہ عورتوں سے بدلہ لینا چاہتا تھا کیونکہ ان کی وجہ سے اس میں جنسی کھچاؤ پیدا ہوتا ہے۔ دونوں باتوں میں کوئی منطقی تعلق نہیں ہے[2]۔ جدید دور میں یہ جادوئی سوچ صرف مجرموں یا بے وقوفوں میں ہی نہیں پائی جاتی بلکہ نوبل پرائز حاصل کرنے والے Elias Canetti نے اخبارات میں اعلان کرایا کہ وہ اپنی یادداشتیں انگلینڈ میں نہیں چھپوائے گا

---

[1] اسی واسطے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض یعنی اگر اللہ تعالیٰ بندوں پر رزق زیادہ کشادہ کر دے تو یہ زمین میں نافرمانی اور ظلم شروع کر دیں۔ اسی وجہ سے حضورؐ نے رزق کفاف کا سوال کیا۔ کشادہ کا نہیں۔ پس معیار زندگی بلند کرنے کی باتیں درست نہیں خاص اس وقت تک جبکہ دنیا میں غریب بھی موجود ہیں۔

اردو ادب میں کہتے ہیں کہ کبوتر کی طرح آنکھیں موند لینا پھر سوچنا کہ خطرہ ختم ہو گیا۔

[2] اس بحث سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ عورتوں کا کاسمٹک استعمال کرنے اور بغیر حجاب کے بن ٹھن کر باہر نکلنا ہزار گنا زیادہ برا ہو گیا ہے۔ بلکہ ساتھ ساتھ زیادہ خطرناک بھی ہو گیا ہے اور مغرب میں ہزارہا عورتوں سے جبر زیادتی روزانہ ہوتی ہے اس کی وجہ وہاں عام بے حجابی اور مخلوط سوسائٹی بھی ہے۔ اسی وجہ سے وہاں دن بدن عورتوں سے بالجبر زیادتی اور قتل کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں پس مخالفین کے خیال کے برعکس جدید دور میں پردہ اس سے کہیں ضروری ہو گیا ہے جتنا کہ پچھلے زمانوں میں تھا۔ زمانے کی تبدیلی بے پردگی اور مخلوط سوسائٹی نہ صرف پہلے سے زیادہ گناہ کی موجب ہوئی بلکہ خطرناک بھی ہو گئی ہے یورپ کے حالات دیکھ کر ہمیں ابھی سے ہوش کی دوا کرنی چاہیئے۔

کیونکہ انگریزوں نے اس کی سابقہ کتب کی پذیرائی نہیں کی تھی لیکن اگر یہ سچ بھی ہے تو قصور کس کا ہے۔ پھر اس انتقام کا نتیجہ اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ خود مصنف ہی کی رائلٹی کم ہو جائے۔ یہاں بھی جادو ئی سوچ کار فرما ہے۔ جس طرح کہ خود شخص کے پیر کا انگوٹھا چارپائی سے ٹکرا گیا تو اس نے اپنی بیوی کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ یہی جادوئی سوچ ہی لیڈر اور قاتل چارلس مین میں بھی پائی جاتی تھی۔ جس کے گروہ نے تھوک کے حساب سے جنسی جرائم اور قتل کئے۔ اسی طرح کی سوچ امریکہ کے نسلی گروہوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ جس میں گورے کالوں کو یا کالے گوروں کو قتل کرتے ہیں۔ حساس آدمی کی مثال ایسے شخص کی ہو جاتی ہے جس پر مسمریزم کر دیا ہو۔ وہ مصیبتوں کی ذمہ داری دوسروں پر ڈالنی شروع کر دیتا ہے۔ یہ چیز مارکس اور مینسن دونوں میں پائی جاتی تھی کہ انسانیت کی مصیبتوں کے ذمہ وار دوسرے لوگ ہیں۔ پھر مارکس نے ان کو سرمایہ دار یا بورژوا کہہ دیا اور مینسن نے ان کو سور کہ کر قتل اور ان سے جنسی جرائم کا ارتکاب کیا۔ؔ

امریکی ماہر نفسیات کہتا ہے کہ انسان کی بنیادی ضرورت کھانا اور پینا ہے۔ جب اس کو یہ چیزیں حاصل ہو جائیں تو پھر دوسری چیزیں سوجھتی ہیں۔ مثلاً سوسائٹی میں مقام حاصل کرنے کی سوجھتی ہے پھر مصنف لکھتا ہے۔

A little over two centuries a.o. no crime concerned that basic level of need, food and drink. People stole or murdered to stay alive. Sex crime was almost unknown ..... By the mid-twentieth century, . since most civilized countries were welfare states and a man was no longer likely to strave, but sex crimes had become common place.

یعنی دو سو سال سے کچھ پہلے جرائم کا ارتکاب بنیادی ضروریات یعنی روٹی پانی کی خاطر ہوتا تھا۔ لوگ زندہ رہنے کی خاطر جرائم کرتے تھے۔ جنسی جرائم تقریباً نامعلوم تھے ....... بیسویں صدی کے وسط میں چونکہ مہذب ممالک میں اکثر فلاحی ریاستیں قائم ہیں اور کسی کے بھوکے مرنے کا امکان نہیں رہا۔ اس لیئے اس طرح کے جرائم بڑھ گیے۔

---

ؔ اس کی وجہ مخلوط سوسائٹی اور عورتوں میں بڑھتی ہوئی بے پردگی بھی ہے

روسیو کے فلسفہ کا اثر عورتوں پر یہ پڑا کہ انہوں نے بھی آزادی کا نعرہ لگایا۔ لیکن نتیجہ جو مغرب میں نکلا ہے۔ وہ آپ کے سامنے ہے۔ وہاں عورت کی تذلیل ہی نہیں بلکہ اس پہ تشدد اور ان کا جنسی قتل بھی روز بروز زور افزوں ہے۔ ہر روز امریکہ میں ہزار عورتوں سے بالجبر زیادتی کی جاتی ہے اور مجرموں کو وہاں کی عدالتیں بری کر دیتی ہیں مثالیں ہم دے چکے ہیں۔ ٹھوک کے حساب سے جنسی قتل اتنے بڑھ چکے ہیں کہ پچاس سال پہلے کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا۔

پاکستانی کالجوں کی لڑکیاں تو شاید یہ سمجھتی ہیں کہ اگر انہوں نے سر پہ ڈوپٹہ لے لیا تو وہ غلام بن جائیں گی اور سر کھلا رہا تو گویا آزادی سے ہم کنار ہیں۔ اسلام سے محبت کا دعوٰے بھی ہے اور پھر سر پہ دوپٹہ تک لینے کو عار سمجھنا چہ معنی اور اسلامی اقدار کو برا سمجھنا اسلام کہلائے گا یا منافقت یا کفر۔ اس کا فیصلہ ناظرین پہ ہے۔ یہ تو ایمان کا مسئلہ۔ پردہ نہ کرنا تو فسق ہے لیکن پردہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا تو کفر تک پہنچتا ہے۔

مغرب کے مرد کا یہ حال ہے کہ خود تو ٹائی باندھتا ہے۔ سردی میں گلے کو بند رکھتا ہے۔ گرم موزے پتلون پہنتا ہے اور عورت کو کہتا ہے کہ تمہاری آزادی اس میں ہے کہ گریبان کھلا رکھو ٹانگیں ننگی رکھو۔ تاکہ تمہاری نمائش سے ہم لطف اندوز ہوتے رہیں۔ اور عورتیں بے وقوف بنی ہوئی ہیں اسی آزادی پہ خوش ہیں۔ یہ جادوئی سوچ کی ایک مثال ہے

# مغربی دنیا پر بے حجابی کے اثرات

بے حجابی، مخلوط تعلیم اور مخلوط سوسائٹی کے باعث مغربی دنیا آج ایک وسیع پاگل خانہ بنی ہوئی ہے مورخ ٹیلر لکھتا ہے کہ قرون وسطیٰ کا یورپ عورتوں سے بالجبر زیادتی اور محرمات سے بدکاری کی کثرت کی وجہ سے ایک وسیع پاگل خانہ بنا ہوا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج کا یورپ اس دور سے

یورپ سے مختلف نہیں۔ البتہ منافقت بڑھ گئی ہے۔ انیسویں صدی میں جب کہ انگلستان کی حکومت پر سورج غروب نہ ہوتا تھا یہ حال تھا کہ جب چاہے خاوند اپنی بیوی کے گلے میں رسی ڈال کر اسے مویشیوں کے بازار میں جا کر چند ٹکوں کے عوض فروخت کر سکتا تھا۔ اب یہ چیز نہیں رہی لیکن بیوی خاوند کی ویسے ہی ملکیت سمجھی جاتی ہے اور امریکہ میں بہت سے خاوند بیویوں کو ان کی مرضی کے خلاف آپس میں وقتی طور پر تبدیل کر لیتے ہیں۔ جسے WIFE SWAPPING کہا جاتا ہے[1]

بالجبر زیادتی کا یہ حال ہے کہ امریکن پولیس کے مطابق ۱۹۷۳ میں بالجبر زیادتی کے ۵۰۹۶۰ واقعات ہوئے یعنی تقریباً ۱۴۴ واقعات روزانہ ہوتے ہیں اور روز بروز تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے مصنفین لکھتے ہیں کہ جب عدالت میں ایسے مقدمے پیش ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مظلومہ پر مقدمہ چلایا جا رہا ہے اور مظلومہ کی عدالت میں تذلیل ہوتی ہے (۲) یہی بات ایک خاتون مصنفہ نے بھی لکھی ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔

**Indeed it may be argued still that in** [illegible] rape cases the **contemporary rape cases the victim is on trail rather than the accused (3)**

مصنفہ مزید لکھتی ہیں کہ بالجبر زیادتی کی اطلاعات پولیس تک بہت کم پہنچتی ہیں (۴)

وہ لکھتی ہیں۔

RAPE IS WELL KNOWN AS AN OFFENCE WHICH IS GROSSLY UNDER REPORTED (4)

---

(1) [illegible] J. Senna and Larry J. Siegel M.D., Introduction to criminal justice 34

(2) محولہ بالا صفحہ ۲۸ گویا مہذب مغرب میں مظلوم عورت کے ساتھ عدالت میں یہ سلوک ہوتا ہے کیا اسے ہی عورت کی عزت کرنا کہتے ہیں۔

(3) Carol Smart Women, Crime and Criminology.

(4) [illegible] Woman Want 158 صفحہ ۹۷ محولہ بالا

پس ہم کہ سکتے ہیں کہ پولیس کے بیان ۴۴ روزانہ واقعات کے مقابلہ میں اصل جرائم اس سے کم از کم دو گنے ہوتے ہیں یعنی ہزار عورتوں کے ساتھ امریکہ میں روزانہ بالجبر زیادتی کی جاتی ہے۔ اس جرم میں امریکہ میں ۱۹۷۰ سے ۱۹۷۵ تک ۴۸ فیصد اضافہ ہوا دو ماہ سے لے کر ۸۵ سال کی عورت اس ظلم کا شکار بنتی ہے۔

پھر جو قحبہ گری فریقین کی مرضی سے مغربی ممالک میں کثرت سے ہوتی ہے۔ وہ الگ ہے یہ دونوں چیزیں یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ وہاں عورتوں کا استحصال اس کثرت سے ہوتا ہے کہ مشرق میں اس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

عورتوں کی انٹرنیشنل رپورٹ کے مطابق جو امریکن صدر کو پیش کی گئی بالجبر زیادتی کے ۴۹ فیصد واقعات میں تو سرے سے کوئی گرفتاری نہیں ہوتی۔ پھر جو بڑے لوگ گرفتار بھی ہوتے ہیں ان میں سے ۸۰ فیصد کے خلاف سرے سے کوئی مقدمہ ہی نہیں چلایا جاتا۔ پھر ان میں سے بھی آدھے لوگ رہا کر دیے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو قانون ہی ایسا ہے کہ جرم ثابت کرنا مشکل ہے۔ دوسرے مظلومہ کو گواہی دیتے ہوئے بھی ڈرتی ہے (۱) پولیس کا سلوک زیادتی سے کچھ کم افسوس ناک ہوتا ہے (۲)

پھر ۔آنسہ کارل کے نزدیک جنسی غیر مساوات اور عورتوں کے وسیع پیمانے پر استحصال کا سب سے بڑا ثبوت بالجبر زیادتی اور قحبہ گری ہے۔

Sexual differentiation and exploitation are the basis of both prostitution and rape (۳)

مذکورہ بالا بیان اس بات کا ثبوت ہے کہ مغرب میں مساوات مرد و زن تو دور کی بات

---

۱ ایضاً

۲ Lee. H. Bowker: Women and Crime in America, 198

۳ ایضاً 107

ہے وہاں تو عورتوں کا استحصال بہت بڑے پیمانے پر جاری ہے ۔ آنسہ کیرل مزید لکھتی ہیں ۔

. . . . . . . So it can be seen that the chances of a conviction for rape are extremely small ( ).

یعنی بالجبر زیادتی کے کیس میں مجرم کو سزا ملے ۔ جدید عدالتوں میں اس کا امکان بہت ہی کم ہے مزید وہ لکھتی ہیں کہ انگلینڈ اور امریکہ میں اس جرم کے مجرموں کو شاذونادر ہی سزا ملتی ہے ۔

عام خیال یہی ہوتا ہے کہ جس ملک میں جنسی آزادی بہت ہو اور قحبہ گری عام ہو کم از کم وہاں مائیں ، بہنیں اور بیٹیاں اپنے بیٹوں ، بھائیوں اور باپوں سے تو پوری طرح محفوظ رہتی ہوں گی ۔ لیکن آج بھی یورپ و امریکہ میں وہی قرون وسطیٰ کے پاگل خانہ کا سماں موجود ہے ۔ محرمات سے بدکاری دن بدن عام ہوتی جا رہی ہے ۔ قرون وسطیٰ میں کم از کم زبانی کلامی تو محرمات سے بدکاری کو برا سمجھا جاتا تھا ۔ لیکن اب تو کھلم کھلا اس بات کا پروپیگنڈا شروع ہو گیا ہے کہ نکاح محرمات کی پابندی ختم کی جائے اور اس سلسلہ میں لٹریچر بھی بازاروں میں عام بکنا شروع ہو گیا ہے ۔ یہی نہیں بلکہ اس موضوع پر فلمیں بھی بننا شروع ہو گئی ہیں ۔ ۱۹۲۰ء میں امریکہ میں صرف ۶ فلمیں ایسی بنائی گئیں جن میں محرمات سے نکاح دکھایا گیا تھا ۔ جبکہ ۱۹۶۰ء میں ۷۹ فلمیں صرف اسی موضوع پر تیار ہوئیں ہفتہ وار امریکی رسالہ ٹائم نے اس موضوع پر جو مضمون چھاپا اس کا فقرہ ملاحظہ ہو ۔

Arguing that the incest taboo is dying of its own irrelevance.

یعنی نکاح محرمات کو برا سمجھنا نامعقول بات ہے اس لیے یہ اپنی نامعقولیت کی وجہ سے ختم ہو رہا ہے ۔

ریسرچ سائنس دان ڈاکٹر ڈیوڈ فنکل ہور نے جنسی مظلوم بچوں سے متعلق کتاب لکھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ محرمات میں سے بچے زیادہ تر شکار بنائے جاتے ہیں ۔ پھر سوسائٹی اس زیادتی کو برائی اور پسندیدگی کے ملے جلے Ambivalant جذبات سے دیکھتی ہے وہ لکھتے ۔

On the other hand, unlike sexual abuse which is almost never joked about, incest is often the subject of ribald humor, innuendo and [illegible]

**He slapped her behind,**
**And made up his mind,**
**To add incest to insult and injury**
**(Legman, 1964 P,62)**

یعنی ماں بیٹے اور دنی کا مذاق [illegible] یا نا بین محرمات سے زیادتی کو مذاق میں ٹال جاتا ہے۔
مذکورہ نظم سے ثابت ہے کہ محرمات سے زیادتی میں ان کو نہ صرف اذیت دی جاتی ہے بلکہ تذلیل بھی کی جاتی ہے۔ جبر کا پہلو نمایاں ہے[1] لیکن خاندانی عزت کی خاطر شکایت زبان پر نہیں لائی جاتی۔
نئی اور پرانی نسل یعنی باپ یا ماں کے بیٹی یا بیٹوں وغیرہ سے تعلقات میں تقریباً صرف لڑکیاں ہی شکار بنتی ہیں [illegible] فرماتے ہیں۔

For this, then, the family [illegible] Social workers have concluded that [illegible] proportions

یعنی لڑکیوں کے لیے خاندان میں خوفناک [illegible] خطرناک ماحول اختیار کر گیا ہے ... سوشل ورکر بتاتے ہیں کہ باپ بیٹی کے تعلقات بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں اور وبائی صورت اختیار کر رہے ہیں[53]

## مغرب میں عورت کا استحصال

مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہوجاتا ہے کہ یورپ میں عورت۔ بیوی ہو۔ بیٹی ہو۔ بہن ہو فیکٹری یا دفتر میں ملازم ہو ہر صورت میں وہ کثرت سے جنسی ظلم کا شکار ہوتی ہے۔ مغرب کے تو چوٹی کے فلسفی مثلاً نطشے جیسے لوگ بھی یہی مشورہ دیتے ہیں کہ اگر عورت کے پاس جا رہے ہو تو

---

(1) David Finkelhor, Sexually Victimised Children [illegible]

[52] محولہ بالا ص ۸۷

[53] محولہ بالا ص ۸۸

اپنا کوڑا نہ بھولنا۔ وہاں عورتوں کی چیخوں اور اذیت ملنے پر چیخ و پکار کو ٹیپ کیا جاتا ہے اور پھر سب مارکیٹ میں مہنگے داموں بیچے جاتے ہیں۔

ایف۔ بی۔ آئی کے مطابق امریکہ میں ۲۵ فیصد قتل خاندان کے اندر ہوتے ہیں اور ان میں سے آدھے قتل کے واقعات میں خاوند بیوی کو قتل کرتا ہے یا بیوی خاوند کو۔ بیویاں عموماً اپنے بچاؤ کی خاطر ہی خاوند کو قتل کرتی ہیں۔ امریکہ کی ۲۳ ریاستوں میں زوجین میں سے کوئی ایک دوسرے پر مقدمہ نہیں کر سکتا اس وجہ سے کوئی خاوند بیوی کو زخمی کر دے تو وہ مقدمہ نہیں کر سکتی۔

کی ایک عدالت نے حال ہی میں ایک فیصلہ سنایا کہ اگر بیوی کو خاوند مار پیٹ میں زخمی کر دے تو وہ علاج کے لیے بذریعہ عدالت خرچہ طلب نہیں کر سکتی۔ نیویارک میں اگر کسی خاوند پر خاندانی جرم کی بنا پر مقدمہ قائم ہو تو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عدالت سے اپنے دفاع کے لیے سرکاری خرچ پر وکیل حاصل کرے۔ بیوی کو کوئی ایسا حق حاصل نہیں اور بیوی کو خود اپنے طور پر وکیل کا بندوبست کرنا ہوگا

## تنخواہوں میں تفاوت

جو عورتیں ملازمت کرتی ہیں وہ جس طرح سے جنسی تشکار بنتی ہیں اور جس سے ان کی بیٹیوں کے بھی جنسی تشکار بننے کے مواقع بڑھ جاتے ہیں۔ اس کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں۔ لیکن یہ بھی سن لیجئے کہ ملازم عورتوں کو اسی ملازمت کے لیے تنخواہیں بھی مردوں سے تقریباً نصف ملتی ہیں

۱۹۷۰ میں امریکہ میں عورتوں کی تنخواہیں مردوں کا ۵۹ فیصد تھیں[۱]

۱۹۶۶ میں ہائی سکول پاس عورت کو سالانہ ۲۱۴۲ ڈالر اور ہائی سکول پاس مرد کو ۶۴۷۳ ڈالر ملتے تھے۔ ۱۹۶۸ میں عورت کلرک کو ۴۷۸۹ ڈالر اور مرد کلرک کو ۷۰۱۵ ڈالر ملتے تھے۔ عورت منیجر کو ۶۶۹۱ ڈالر اور مرد منیجر کو ۱۰۳۴۴ ڈالر ملتے تھے۔

---

[۱] دیکھئے انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کا مائیکروپیڈیا: ۱۰: ۷۳۲۔ اسی صفحہ پر ہے کہ ووٹ کے حق سے عورتوں کو مساوات نہ مل سکی۔

Scanned ... [illegible]
[illegible]

امریکہ کی سٹیٹ LOUISIANA میں خاوند کو تمام جائیداد کا کنٹرول حاصل ہے جس میں بیوی کی کمائی اور تنخواہ بھی شامل ہے ۱۹۷۷ میں جارجیا میں قانون بنا ہے کہ اگر مکان خاوند کے نام تھا تو وہ اسی کا ہوگا۔ چاہے اس کی قیمت بیوی ادا کرے اور بیوی ہی ملازمت کرکے گھر کا خرچ چلاتی ہو لہٰ گویا نصف تنخواہ جو ملتی ہے اس کا مالک بھی خاوند بن جاتا ہے۔ وہ بھی بیوی کو نہیں پہنچ پاتی

## مغرب میں دماغی امراض

مغربی تہذیب نے عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش لاکر کھڑا تو کر دیا اور دولت کی ریل پیل بھی ہو گئی لیکن اس کا نتیجہ ہوا؟ امریکہ میں ۵ لاکھ افراد تو وہ ہیں جن کی دماغی نشو و نما ہی صحیح نہیں ہو سکتی اور نفسیاتی طور پر مریضوں کی تعداد ۲ کروڑ ہے (یعنی بیماریاں)۔ مزید سائیکو نیوروسس میں مبتلا اشخاص کی تعداد دس لاکھ ہے۔ جن کے دماغ میں کوئی عضوی خرابی نہیں لیکن جن کا دماغ پاگلوں کی طرح کام کرتا ہے ان کی تعداد سات لاکھ ہے جن کے دماغ میں واقعی عضوی خرابی بہت زیادہ ہو چکی ہے ان کی تعداد ایک لاکھ ہے مزید پرانے دماغی مریض دس لاکھ ہیں اور جن سولین لوگوں کو ہر سال وقتی طور پر خرابی کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کی تعداد تین لاکھ ہے۔ علیٰ ہذا۔ اب ان سب کا میزان آپ لگا لیجئے کہ مغربی دنیا کس عذاب میں مبتلا ہے نفسیات کے پروفیسر مزید لکھتے ہیں کہ عورتوں میں یہ بیماریاں مردوں سے زیادہ پائی جاتی ہیں خاص کر نوجوانی میں اس میں اعلےٰ دماغ کے لوگوں یا غریب امیر کی بھی کوئی تفریق نہیں [۲]

INCIDENCE OF ABNORMAL BEHAVIOR IN THE UNITED STATES

CONSERVATIVE ESTIMATE OF INCIDENCE (in millions): 20 — 15 — 10 — 5 — 0

| CONSERVATIVE ESTIMATE OF INCIDENCE (in millions) | ABNORMAL BEHAVIOR |
|---|---|
| 300,000 | TRANSIENT DISORDERS (civilian, each |
| 10,000,000 | PSYCHONEUROSES |
| 20,000,000 | PSYCHOPHYSIOLOGIC DISORDERS |
| 700,000 | PSYCHOTIC DISORDERS (functional) |
| 3,000,000 | CHARACTER DISORDERS (psychopathic |
| 5,000,000 | PROBLEM DRINKING |
| 1,000,000 | CHRONIC ALCOHOLISM |
| 60,000 | DRUG ADDICTION |
| 100,000 | ACUTE BRAIN DISORDERS |
| 1,000,000 | CHRONIC BRAIN DISORDERS |
| 5,500,000 | MENTAL RETARDATION (mental deficier |

[۱] وہاٹ وومن وانٹ۔ دیکھئے صفحات ۱۲۹۔۱۳۰ وغیرہ بلسیوم میکرز

[۲] James. C, Colman, Abnormal Psychology & Modern Life, 20-193

(۱) مختصر عرصہ خلل 300,000

(۲) نفسیاتی نیوروسس 10,000,000

حیاتیاتی نفسیاتی خلل [illegible],000,000

وقتی پاگل پن 700,000

مجرمانہ ذہنیت کے خلل 3000,000

پرابلم ڈرنکنگ [illegible],000

دائمی شرابی 1000,000

عادی منشیات 60,000

پیچیدہ دماغی خلل 100,000

دائمی دماغی امراض 1000,000

دماغ کی نامکمل نشوونما [illegible],000

جس معاشرے وحشیانہ انداز میں صنف نازک پر ہر طرح کا ظلم ہو رہا ہے۔ جس میں جنسی۔ معاشی معاشرتی۔ جسمانی اذیتیں غرض کہ سوچ کی پرواز سے بھی کہیں زیادہ کا اقسام کے ظلم ہو رہے ہوں تو اس معاشرے میں پاگل پن۔ نفسیاتی امراض۔ قتل۔ خودکشی کیوں عام نہ ہوگی۔ جادوئی سوچ کا کرشمہ کہ عورتوں کو برابری کا لالچ دے کر مغرب کا مرد انہیں بازاروں۔ دفتروں میں گھسیٹ لایا ہے تاکہ کاسی نووا کی طرح ہر وقت ہوس رانی کرتا رہے۔ نطشے کے فلسفہ پر عمل کرتے ہوئے ان کو ذہنی اور جسمانی اذیت پہنچا کر حظ حاصل کرتا رہے اور سیڈ کے فلسفہ پر بھی عمل کرتا رہے پھر مہذب بھی کہلائے اور عورتوں کے حق کا علم بردار بھی بنا رہے حکومت جمہوری بھی کہلاتی رہے اور اکثریتی طبقہ یعنی عورتوں کے استحصال کی کھلی چھوٹ بھی موجود رہے۔ عورتیں بے وقوف بنتی رہیں اور خود جال میں پھنستی بھی رہیں اس دور میں سرمایہ دار بھی شریک ہیں اور جمہوری حکومتیں بھی ملی بھگت میں شامل ہیں جو کاسمیٹکس بناتے ہیں اور دولت اکٹھی کرتے ہیں اور مہذب ممالک کی جمہوری حکومتیں ان پر خوب ٹیکس وصول کرتی ہیں۔ اس دھوکے اور لوٹ سے صرف چین مستثنیٰ ہے اور حضورؐ کی حدیث پر گویا عمل پیرا ہے۔ امام بخاری لکھتے ہیں کہ حضورؐ کچھ لوگوں کے

پاس گئے ان میں ایک شخص رنگین غازہ لگائے ہوئے تھا۔ اس نے سلام کیا تو آپ نے جواب نہ دیا منہ پھیر لیا الخ (الادب المفرد) ایک اور ماہر نفسیات لکھتے ہیں کہ بیسویں صدی کو اکثر غم و فکر AGE OF ANXIETY کہا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہم دس بلین ڈالر یعنی دس ارب ڈالر یعنی ڈیڑھ کھرب روپے) ہر سال شراب پر خرچ کرتے ہیں.... آج موجودہ بیس افراد میں سے ایک فرد دماغی مرض کی وجہ سے ہسپتال میں داخل ہوگا۔ اور ہر داخلہ لینے والے فرد کے مقابلہ میں بیس افراد ایسے ہوں گے جن کو کسی طریقہ پر نفسیاتی علاج کرانا پڑے گا(۱) گویا تقریباً ہر فرد کو نفسیاتی علاج کی ضرورت پڑ جائے گی۔ اب جو مغرب زدہ لوگ یورپی تہذیب کو رائج کرنا چاہتے ہیں اس خوفناک مستقبل کو بھی سوچ لیں۔

امریکہ میں دو شادیوں میں سے ایک میں طلاق ہو جاتی ہے۔ اور ساری مصیبت عورت کو بھگتنا پڑتی ہے (۲)

مزید مغرب کے لوگوں کے غم زدہ زندگی کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امریکہ میں ہر سال ۲۰۰ ملین ڈالر (۲ ارب دس کروڑ روپے) کی صرف مسکن ادویات استعمال ہوتی ہیں۔ اور شراب کا خرچ آپ پڑھ چکے ہیں دیگر منشیات اس کے علاوہ ہیں۔ پھر شراب۔ سگریٹ کی وجہ سے جو کینسر دل کی بیماریاں۔ سینے کی بیماریاں۔ جگر کی بیماریاں ہیں ان کا تو ذکر ہی کیا۔ یہ ہے وہ مغربی تہذیب جس کی غلامی میں ہم روز بروز زیادہ گرفتار ہوتے جا رہے ہیں اور جس کی نقالی میں ہم فخر محسوس کرتے ہیں۔

## پردہ شریعت میں اور حیثیت نسواں

پردہ کے سلسلے میں مولانا شبلی کا مضمون جس کا عنوان پردہ ہے جو

---

[۱] James C Coleman Abnormal Psychol gy and Modern Life 20 ... 1 519)

[۲] دہاٹ دومن وانٹ: ۱۳۰ یہ کتاب ۱۹۷۷ میں منعقدہ امریکن نیشنل کمیشن کی متفقہ رپورٹ ہے۔ ۱۹۷۷ میں دنیا میں بین الاقوامی طور پر عورتوں کا سال منایا گیا تھا اس سلسلے میں امریکہ کی عورتوں نے مل کر اس سال تقریبات منائیں اور مذاکرہ کی سرکاری رپورٹ امریکن صدر اور عوام کے سامنے پیش کی۔ یہ کتاب اس کا خلاصہ ہے۔ فرد واحد کے خیالات نہیں

ان کے مقالات جلد اوّل میں شامل ہے دیکھنے کے قابل ہے۔ انہوں نے پردہ کی دو قسمیں قرار دی ہیں

چہرہ اور تمام اعضاء کا ڈھکنا (۲) مردوں کی مجلسوں میں شریک ہونا۔

وہ لکھتے ہیں کہ پہلی قسم کا پردہ اسلام سے پہلے بھی عرب میں موجود تھا۔ حمیر کے قبیلہ کے مرد بھی اسلام سے پہلے نقاب کا استعمال کرتے تھے اسپین میں اسلام کے بعد جب ان کی حکومت قائم ہوئی۔ تو یہ ملثمین کہلاتے تھے۔ اس خاندان نے زور و قوت سے حکومت کی اور بہت سی فتوحات حاصل کیں لیکن چہروں پر ہمیشہ نقاب ڈالے رہتے تھے۔ تاریخ یعقوبی میں ہے کہ جب اہل عرب عکاظ کے بازار میں آتے۔ تھے تو ان۔ کے چہروں پر برقع پڑے ہوئے تھے۔ وكانت العرب تحضرون سوق عكاظ وعلى وجوههم البراقع. اول عرب جس نے برقع اتارا وہ ابن غنم تھا۔ اس کے بعد اوروں نے بھی اس کی تقلید کی۔ خود عباسی خلفاء میں عرصہ تک یہ طریقہ رائج رہا کہ بادشاہ پردہ کی اوٹ۔ سے احکام صادر کرتا تھا۔

پھر شبلی لکھتے ہیں کہ البتہ عورتوں میں یہ رسم اسلامی زمانہ تک قائم رہی جس کو اسلام نے اور بھی باقاعدہ اور لازمی کر دیا۔ اس سلسلے میں شبلی نے دور جاہلیت کے بہت سے اشعار بھی نقل کئے ہیں فلیراجع

شبلی نے ابن کثیر کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ:

خدا نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ جب گھر سے کسی کام کو نکلیں تو سر پہ چادر اوڑھ کر چہروں کو چھپالیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں۔ اسی طرح کے اقوال معالم التنزیل۔ طبقات ابن سعد۔ تفسیر کشاف وغیرہ نے بھی نقل کئے ہیں فلیراجع کیونکہ موضوع پر شبلی۔ مولانا مودودی وغیرہ نے وضاحت سے لکھا ہے اس لیے ان سب باتوں کو دھرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ چند وہ باتیں نقل کیے دیتے ہیں جو عام طور سے بیان نہیں ہوئیں۔ ان واقعات سے اسلامی احکام کی پوری وضاحت ہو جائے گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لیے وعظ کا ایک الگ دن ہفتہ میں مقرر کر دیا تھا اور عورتیں عام دنوں میں وعظ میں شریک نہ ہوتی تھیں۔ عورتوں کو صرف فجر کی نماز اور عشا کی نماز میں مسجد میں آنے کی اجازت تھی اور فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھائی جاتی تھی اور روشنی پھیلنے سے پہلے عورتیں

تاکہ اپنے گھر پہنچ جائیں۔ اگر امام نماز میں غلطی کرے تو مرد مقتدی سبحان اللہ وغیرہ کہہ کر غلطی پر متنبہ کریں اور عورتیں ہاتھ مارنے سے آواز پیدا کر کے متنبہ کریں گی وہ زبان سے کچھ نہیں کہیں گی۔ یہ تفریق ملحوظ خاطر رہنی [illegible] ایک قسم کا پردہ ہے۔

## حضرت عائشہ کا پردہ

سید سلیمان ندوی آپ کی سیرت میں لکھتے ہیں کہ آپ پردہ کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ آیت حجاب کے بعد تو یہ تاکیدی فرض ہوگیا تھا جن ہونہار طالب علموں کو اپنے یہاں بے روک ٹوک آنا جانا رکھنا چاہتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کے مطابق اپنی کسی بہن یا بھانجی سے دودھ پلوا دیتی تھیں اور اس طرح ان کی رضاعی خالہ یا نانی بن جاتی تھیں اور ان سے پھر پردہ نہیں ہوتا تھا۔ ورنہ ہمیشہ طالب علموں اور ان کے درمیان پردہ پڑا رہتا تھا۔ کبھی دن کو طواف کا موقع پیش آتا تو خانہ کعبہ مردوں سے خالی کرالیا جاتا۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف کی حالت میں بھی چہرہ پر نقاب پڑی رہتی تھی۔ مردوں سے شریعت میں پردہ نہیں لیکن ان کا کمال احتیاط دیکھئے کہ اپنے حجرہ میں حضرت عمرؓ کے دفن ہونے کے بعد بے پردہ نہیں جاتی تھیں (۱) سوچ بالکل الٹی ہونے کی وجہ سے آج کی عورت بجائے اس کے کہ سر کھلا رکھنے سے شرمندہ ہو۔ سر ڈھانکنے پر شرمندگی محسوس کرتی ہے۔

ایک بار ان کی بھتیجی نہایت باریک ڈوپٹہ اوڑھ کر سامنے آئیں۔ دیکھنے کے ساتھ ہی غصہ سے ڈوپٹہ کو چاک کر دیا۔ پھر فرمایا تم نہیں جانتیں کہ سورہ نور میں خدا نے کیا احکام نازل فرمائے ہیں۔ اس کے بعد موٹے کپڑے کا دوسرا ڈوپٹہ منگوا کر اوڑھایا (۲)

## حضرت فاطمہ کا پردہ

آپ کا پردہ مشہور ہے۔ آپ کی تجہیز و تکفین میں خاص جدت کی گئی۔ عورتوں کے جنازہ پر جو آج کل جنگلہ اور پردہ لگانے کا دستور ہے۔ اس کی ابتدا انہی سے ہوئی۔ اس سے پیشتر عورت و مرد

---

۱؎ سیرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: ۱۲۰-۱۲۱

۲؎ موطا امام مالک کتاب اللباس بحوالہ اسوہ صحابیات: ۵۲ مطبوعہ اعظم گڑھ

ب کا جنازہ کھلا ہوتا تھا۔ چونکہ حضرت فاطمہ کے مزاج میں انتہا درجہ کی شرم و حیا تھی اس لیے انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس سے کہا کہ کھلے جنازے میں عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے جس کو میں ناپسند کرتی ہوں۔ اسماءؓ نے کہا کہ جگر گوشۂ رسول! میں نے حبش میں ایک طریقہ دیکھا ہے۔ آپ کہیں تو اسے پیش کروں۔ یہ کہہ کر خرما کی چند شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا تانا جس سے پردہ کی صورت پیدا ہو گئی۔ حضرت فاطمہؓ بے حد مسرور ہوئیں کہ یہ بہترین طریقہ ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے بعد حضرت زینبؓ کا جنازہ بھی اسی طریقہ سے اٹھایا گیا(۱)

## ابن مسعود اور پردہ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا کہ جو عورتیں جمعہ کے دن مسجد میں آجاتیں ان کو وہ واپس بھیج دیتے اور کہتے کہ گھر جا کر عبادت کرو۔ تمہارے لیے یہی بہتر ہے۔ اومثلہ (۲)

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم عورت کے لیے اس نماز سے بہتر کوئی نماز نہیں جو کہ وہ اپنے گھر میں پڑھے سوائے اس کے کہ مسجد حرام یا مسجد نبوی کی نماز یا بوڑھی عورت جو بہت باپردہ پوری طرح مستور ہو کر مسجد جائے اور پردہ کا مکمل اہتمام رکھے۔ اس روایت کے طبرانی نے کئی طرق بیان کیے ہیں ایک روایت کے الفاظ میں ہے کہ ایسی بوڑھی عورت جو شادی کے قابل نہ رہی ہو۔

اسی بات سے پردہ کا اسلامی فلسفہ پوری طرح عیاں ہو کر سامنے آجاتا ہے جو کہ قرآنی حکم: وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ (یعنی اپنے گھروں کے اندر رہو) کی تفسیر ہے۔ ایک طرف حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے مردوں کے متعلق نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنے پر اتنا زور دیا کہ فرمایا: میرا دل چاہتا ہے کہ نماز پڑھانے کے لیے کسی دوسرے کو کہہ دوں اور خود جا کر ان مردوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آتے۔ دوسری طرف عورتوں کو مسجد میں صرف فجر اور عشاء میں آنے کی اجازت دی اور وہ بھی اس صورت میں کہ مردوں اور عورتوں کے درمیان بچوں کی

---

۱؎ اسد الغابہ بحوالہ سیر الصحابیات صفحہ ۹۴، ۹۵ مطبوعہ اعظم گڑھ

۲؎ رواہ عبدالرزاق ۵۲۰۱ البیہقی: ۱۸۲۰۳ المعجم الکبیر حدیث نمبر ۹۴۷۵

۳؎ معجم الکبیر طبرانی: ۹۴۷۱ مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں

صف ہو۔ اور پھر نماز کے اختتام کے بعد مرد بیٹھے رہیں اور عورتیں اپنے گھروں کو چلی جائیں تب مرد اٹھیں۔ باقی تین نمازوں میں تو عورتوں کو مسجد میں باجماعت شامل ہونے کی اجازت ہی نہ تھی۔ ان کی تبلیغ کے لئے بھی ہفتہ میں ایک الگ دن آپ نے مقرر فرما دیا تھا جس میں مردوں کو اجازت نہ تھی یہ صرف خاص عورتوں کی مجلس ہوتی تھی۔ بیعت کے وقت بھی جناب اقدس کسی عورت کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے تھے کیونکہ نامحرم عورت کے ہاتھ کو ہاتھ لگانا مرد کے لیے ناجائز ہے۔ ابو داؤد کی روایت کے مطابق ایک صحابیہ نقاب اوڑھے ہوئے گم شدہ بچے کی تلاش میں نکلیں تو کسی نے کہا کہ اس وقت بھی نقاب موجود ہے؟ انہوں نے کہا کہ بچہ کھو دیا تو کیا حیا بھی کھو دوں۔

بیسویں صدی میں آج بھی یہودی عورتیں یہودی عبادت خانوں . . . . . . . . میں مردوں سے الگ بیٹھتی ہیں۔ درمیان میں پردہ ہوتا ہے۔ یہودی لوگ عبادت گاہ میں جب ہی عبادت کر سکتے ہیں جب کم از کم دس مرد تیرہ سال کی عمر سے زیادہ موجود ہوں۔ ورنہ عبادت گھروں میں کرنے کا حکم ہے (۱) آج کے دور میں یہودیوں میں عورت و مرد کی یہ تفریق موجود ہے۔ اگرچہ مادی طور پر یہودی شاید دنیا کی سب سے ترقی یافتہ قوم ہیں۔

## اسلام میں پردہ دار عورت کو وی۔ آئی۔ پی بلند مقام حاصل ہے

امام ماوردی لکھتے ہیں کہ اگر عورت باپردہ رہتی ہو اور اگر باہر نکلتی ہو تو پورے پردہ کے ساتھ اس طرح کہ پہچانی نہ جائے تو ایسی عورت کو قاضی عدالت میں نہیں بلا سکتا۔ اگر اس کا کسی سے تنازعہ ہو تو قاضی اس خاتون کے گھر جا کر فیصلہ کرے گا یا نائب کو بھیج کر اس کے گھر پر ہی فیصلہ کروائے گا۔ عدالت میں طلب نہیں کرے گا (۲) ایک لڑکی نے جب اپنے سے زیادتی کرنے والے نوجوان کو قتل کر دیا تو حضرت عمرؓ اس لڑکی کے گھر خاموشی سے خود گئے اور اس سے حالات پوچھنے کے بعد اس کو

---

۱ F.H. Hilliard, How men worship 151,148

۲ الماوردی: ادب القاضی ۲: ۳۲۵

دعا دے کر واپس آ گئے (۱) یعنی سزا کا ذکر ہی کیا۔ اس کو دعا دی۔

اس کے برعکس آپ بہت سے مقدمات کا ذکر پڑھ چکے ہیں کہ اگر عورت کے جبڑے کی ہڈی دو جگہ سے ٹوٹ چکی ہو اور اس طرح ثابت بھی ہو جائے کہ بہت وحشیانہ طریقے سے بالجبر زیادتی کی گئی ہے۔ پھر بھی عدالتیں ملزم کو بری کر دیتی ہیں۔ یہ امریکہ میں عورتوں کی آزادی ہے اور یہ سب ان کی عدالتوں کا انصاف جس پر ہماری عورتیں اور مرد دونوں قربان ہو رہے ہیں۔

## جدید ترکی میں پردہ کی جدوجہد

پاکستان کی تعلیم یافتہ ماڈرن عورتیں تو اب سر ڈھانپنا [illegible] سمجھنے لگی ہیں۔ اس کے برعکس جدید ترکی میں آج کل تعلیم یافتہ عورتوں نے سر پر رومال باندھنے اور سر ڈھانکنے پر اصرار شروع کر دیا ہے۔ وہاں اسی [illegible] سولہ لڑکیوں کو یونیورسٹی سے نکال دیا گیا کہ وہ حجاب کے لیے سر پر رومال کیوں باندھتی ہیں۔ کئی خاتون لیکچرار کو لیکچر دینے پر اسی جرم کی وجہ سے روک دیا گیا ہے۔ یہ خواتین امریکہ وغیرہ سے بڑی بڑی ڈگریاں لے کر آئی ہیں۔ لیکن حجاب کے جرم کی وجہ سے پڑھانے سے ان کو محروم کر دیا گیا ہے۔ ہفتہ وار انگریزی رسالہ : **Arabia** ۲۳ نومبر **1984** ۔ میں اس کی تفصیلات پڑھنے کے قابل ہیں۔ نوائے وقت کے حالیہ شمارہ میں بھی اس کا اختصار شائع ہوا تھا۔

رسالہ عریبیا میں لکھا ہے کہ انقرہ کی ایک خاتون وکیل کو حجاب کے ساتھ عدالت میں کام کرنے سے روک دیا گیا۔ اس نے اپنا مقدمہ خود لڑا۔ لیکن ترکی کی سیکولر عدالت نے اس کے خلاف فیصلہ دے دیا اور اس خاتون کو بھی وکالت کا پیشہ ترک کرنا پڑا (۱۹۷۳ء)

She too had to quit her profession in

اس کے بعد لکھتا ہے۔

The following years were bright days for muslim intellectuals especially for women with HIJAB.

بعد کے سال مسلمان دانشوروں کے لیے پرامید سال تھے خاص کر ان عورتوں کے لیے جو حجاب استعمال کرتی تھیں۔ مسلمان لڑکیوں جن کو ۱۹۷۳ میں حجاب ہٹانے پر مجبور کر دیا گیا تھا اب انہوں نے

---

۱؎ اس واقعہ کو شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں بیان کیا۔ جلد ۲: ۲۱۶ تا ۲۱۹ مطبوعہ نور محمد اور ابن قیم نے بھی الطرق الحکمیہ میں تفصیل سے بیان کیا ہے فلیراجع۔

فخر کے ساتھ سروں پر رومال باندھنے شروع کر دیے ہیں

## تاریخ اسلام اور پردہ

لیکن ہمیں یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے کہ پاکستان میں کالج کی لڑکیاں اس قدر مغرب کی ذہنی غلام ہو چکی ہیں کہ حکومت ان کو سر ڈھانکنے کو کہتی ہے اور وہ سر کھلا رکھنے پر اصرار کرنے ہی کو آزادی کا نام دیتی ہیں اور پھر محب اسلام ہونے کا دعوے اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ بھی کرتی ہیں۔ حالانکہ حضرت عائشہ رضؓ حضور کی محبوب بیوی آخیر دور تک جیسا پردہ فرماتی رہیں۔ اس کا ذکر گذر چکا ہے۔ آپ کے متعلق بخاری کی ادب المفرد میں ذکر ہے کہ آپ سادہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ اور پھٹی ہوئی نقاب کو درست کر کے استعمال کرتی تھیں۔ آپ نے معاشرتی۔ سیاسی زندگی میں بھرپور حصہ لیا۔ حتیٰ کہ جنگی قیادت بھی کی۔ اگرچہ آپ کو اس پر بعد میں افسوس بھی ہوا۔ لیکن عمر رسیدہ ہونے کے باوجود آپ نے نقاب استعمال کیا اور محمل میں بیٹھ کر جنگ میں بھی قیادت کی۔

آج پاکستان کی یونیورسٹی فارغ شدہ عورتوں کے پردہ کا حال بھی آپ کو معلوم ہے۔ لیکن علمی میدان میں انہوں نے کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں؟ اس کے برعکس قرون وسطے کی مسلمان عورتیں پورا شرعی پردہ قائم رکھتی تھیں۔ وہ بازاروں میں مردوں کے دوش بدوش یا دفتروں میں دوش بدوش تو کام نہ کرتی تھیں۔ لیکن علمی کمالات میں اس بلند مقام پر تھیں کہ آج کی عورت ان سے بہت پیچھے ہے۔

امام حافظ ابن عساکر مورخ دمشق نے جن اساتذہ سے فن حدیث حاصل کیا تھا۔ ان میں اسی سے زیادہ عورتیں تھیں (۱) کیا آج پاکستان میں ایک بھی عورت اپنے کو حدیث کا عالم کہہ سکتی ہے۔ کسی عورت نے پاکستان میں حدیث پر کتاب لکھی ہے؟ اسلامی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ پردے میں رہ کر عورتیں اسلام کی ہر قسم کی خدمت کر سکتی ہیں۔ دنیا کی ترقی میں بھرپور حصہ لے سکتی ہیں۔

---

(۱) حبیب الرحمٰن خان شروانی: علمائے سلف و نابینا علماء: ۵۹ مطبوعہ لاہور

## قرآن میں پردہ کے واضح احکامات

قرآن میں امہات المومنین اگرچہ تمام مسلمان مردوں کی مائیں تھیں بلکہ سگی ماؤں سے بڑھ کر تھیں۔ پھر مومنوں کو حکم دیا گیا کہ اگر ان سے مانگنا ہو تو پردہ (حجاب) کے پیچھے سے مانگو۔ فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ پھر تمام عورتوں اور اسی طرح امت کی ماؤں کو حکم دیا گیا مومنوں یعنی بیٹوں کی بات کا جواب حجاب کے پیچھے سے بھی جب دو تو نرم لہجے میں مت دو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ان تقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا (الاحزاب ۳۲) یعنی اگر تم خدا سے ڈرتی ہو تو (غیر مردوں سے) دبی زبان (باریک آواز) سے بات نہ کرو۔ ورنہ جس کے دل میں کھوٹ ہوگا اس کو لالچ پیدا ہوگا۔ کھری کھری صاف بات کیا کرو۔ اور اپنے گھروں میں جمی رہو اور اگلی جاہلیت کے زمانے کی طرح بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو۔ غرضکہ یہ احکام امہات المومنین وصحابیات کو صحابہ کرام جیسے صالح معاشرہ میں دیئے جا رہے ہیں۔ اگر اس صالح معاشرہ میں ان پر عمل ضروری تھا تو آج ان پر عمل اس دور سے زیادہ ضروری ہے۔ احکام واضح ہیں۔ اگر کوئی تجرباتی بلی کی طرح کالی کا پردہ بند کرلے یا کبوتر کی طرح آنکھیں موند لے تو اس میں کس کا قصور ہے؟